شرائع سابقہ وقوانین جاہلیت کی شرعی حیثیت

تحریر: عرفان خالد ڈھلوں، لیکچرار گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور

اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانی رشدوہدایت کے لئے شریعت بھیجنے کے مخصوص اسباب وحالات ہوتے ہیں۔ مثلاً کبھی کسی قوم کی طرف شریعت اس لئے بھیجی جاتی ہے کہ اس قوم میں اس سے پہلے کوئی شریعت نہیں آئی تھی۔ کبھی کسی قوم میں پہلے کوئی شریعت نازل کی گئی لیکن بعد میں حالات تبدیل ہوجانے سے نئی شریعت کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قوم میں ایک رسول نئی شریعت کے ساتھ مبعوث کردیئے گئے۔ اسباب نزول شریعت میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ پہلے سے موجود شریعت یا ایک سے زائد شریعتوں کے احکام مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مٹ گئے یا ان کے پیروکاروں نے انہیں بھلادیا یا انہوں نے شریعتوں کے احکام میں تحریفات وتبدیلیاں کردیں جس سے وہ شریعتیں اپنی اصل شکل میں موجود نہ رہیں۔

شریعت اسلامی کے نزول کے ایک سے زائد اسباب پیدا ہو چکے تھے۔ سابقہ شریعتیں مخصوص قوموں کے لیے تھیں۔ ان کے احکام ناپید ہوتے جا رہے تھے۔ وہ شریعتیں اپنے حاملین کے ہاتھوں تحریفات سے محفوظ نہیں رہی تھیں جس سے شریعتوں کی اصل شکلیں مسخ ہو چکی تھی۔ سابقہ شریعتوں کے احکام اپنے اپنے زمانوں کی ضرورتوں کے لیے تو ضرور تھے لیکن نزول شریعت اسلامی کے وقت وہ سب ناکافی وغیر مفید ہو چکے تھے۔ اس لیے انسانوں کو ایک نئی شریعت کی ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری عالمگیر اور قیامت تک رہنے والی شریعت اسلامی کو نازل کرنے کے لیے عرب خطے کو منتخب کیا۔ آخری شریعت کے نزول کے لیے کسی ایک قوم اور ایک خطے کو منتخب کرنا اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار میں سے ہے ورنہ شریعت اسلامی صرف عرب قوم اور عرب خطے کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک تمام اقوام اور تمام جہانوں کے لیے ہے۔ اہل عرب تو شریعت اسلامی کے صرف ابتدائی مخاطبین میں سے تھے۔ کسی نہ کسی قوم نے تو سب سے پہلے آگے بڑھ کر بار شریعت اٹھانا ہی تھا۔

جب شریعت اسلامی نازل ہوئی اس وقت دنیا میں سابقہ شریعتیں تحریف شدہ احکام کے ساتھ جیسے تیسی شکلوں میں موجود تھیں۔ ان کے علاوہ پوری دنیا کی اقوام اور خاص طور پر عرب خطے میں بسنے والی

قوم کی صدیوں سے جاری روایات وقوانین بھی تھے جنہیں اسلامی اصطلاح میں قوانین جاہلیت کہاجاتا ہے۔ شریعت اسلامی نے ان تمام سابقہ شریعتوں اور قوانین جاہلیت کی موجودگی میں اپنی جگہ بنائی۔

زیر نظر مقالہ میں اس بات کا تحقیقی مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شریعت اسلامی نے اس عہد میں موجود شریعتوں اور قوانین کو ردوقبول کرنے کے سلسلے میں کیا طریقہ اختیار کیا۔ کیا اس نے انہیں یک تحت باطل قرار دے کر مسترد کردیا یا انہیں قبول کیا۔ اگر قبول کیا تو کس حد تک اور کیوں اور شریعت اسلامی کے آجانے کے بعد سابقہ شرائع کے احکام اور جاہلیت کے قوانین کی شرعی وقانونی حیثیت کیا ہوگئی تھی۔

۱۔ شریعت اسلامی اور شرائع سابقہ

شریعت اسلامی اور شرائع سابقہ میں باہمی تعلق:

شریعت اسلامی سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالی کے آخری نبی ورسول حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے اور جو قرآن وسنت کی شکل میں ہم تک تواتر سے پہنچے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ سنت کو بھی ویسی ہی تشریعی حیثیت (Legislative Position) حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ قرآن کے شارح (Interpeter) ہونے کے علاوہ شارع (Lawgiver) بھی ہیں۔ آپ ﷺ کو یہ حیثیت ومقام خود اللہ تعالی نے دیا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

وماآتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنه فانتہوا (۱)

اور جو کچھ رسول تمہیں دے لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ۔

سابقہ شریعتوں سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ سے قبل مبعوث ہونے والے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے سابقہ امتوں کی طرف بھیجے تھے۔

شریعت اسلامی اور شرائع سابقہ کا اس لحاظ سے باہمی گہرا تعلق ہے کہ ان سب کا شارح ایک یعنی اللہ تعالی ہے۔ اللہ تعالی نے مختلف زمانوں میں مختلف امتوں کی طرف رسل اور شریعتیں بھیجیں۔ تمام انبیاء کا مقصد بعثت ایک تھا۔ وہ سب ایک ہی مشن کی تکمیل کے لئے منصب نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ اللہ تعالی کے ساتھ کئے گئے ایک میثاق ومعاہدہ کے تحت تمام انبیاء اس امر کے پابند تھے کہ وہ اس مشن کی تکمیل کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے کی تعلیمات کی تصدیق کریں۔ قرآن مجید میں اس میثاق کا ذکر یوں آیا ہے:

واذاخذاللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق

لمامعکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین(۲)

(یاد کرو) اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ "آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت ودانش سے نوازا ہے۔ کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اس تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ تعالی نے پوچھا "کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟ انہوں نے کہا" ہاں ہم اقرار کرتے ہیں" اللہ تعالی نے فرمایا اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں"

یہ عہد ہر پیغمبر سے لیا گیا لیکن قرآن وسنت سے ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ یہ عہد حضرت محمد ﷺ آخری نبی سے بھی لیا گیا ہو۔ اسی لئے آپ ﷺ سے پہلے ہر نبی نے اپنی امت کو بعد میں آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اس کی مدد کرنے اور ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ سے نہ تو کوئی ایسا عہد لیا گیا اور نہ ہی آپ نے اپنے بعد آنے والے کسی نبی کی خبر دی بلکہ آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ میں اللہ تعالی کا آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

جس طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک مشن کی تکمیل کے لئے آئے اسی طرح تمام شریعتیں ایک ہی کتاب " الکتاب" کے مختلف ابواب ہیں۔ اور ایک ہی " الکتاب" کے مختلف حصے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقالمابین یدیه من الکتاب ومهیمناعلیه(۴)

اور(اے نبی ﷺ) ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے۔ اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ ونگہبان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے گزشتہ کتابوں کے لئے لفظ " الکتاب" استعمال کیا ہے۔ اور قرآن مجید کے لئے بھی لفظ "الکتاب" استعمال کیا ہے۔ یہ آیت اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے کہ تمام شریعتیں اصل میں ایک ہی کتاب ہیں۔ ان کا مصنف ایک ہی ہے اور ان کی تعلیم بھی ایک ہی ہے۔

سورۃ الشوری میں اللہ تعالی نے فرمایا:

شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینابه ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوافیه(۵)

اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جیسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراھیم علیہ السلام اور موسی علیہ السلام کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔

اگرچہ تمام سابقہ شرائع اور شریعتِ اسلامی ایک ہی "الکتاب" کا حصہ ہیں لیکن شرائع سابقہ اب اپنی اصل حالت میں باقی نہیں ہیں۔ وہ اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں تحریف و تبدیلی سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ سابقہ شریعتوں کے پیروکاروں نے دنیا کے تھوڑے فائدے کی خاطر اپنی شریعتوں کے احکام و آیات کو معمولی قیمتوں پر بیچ دیا اور ان میں من مانی تبدیلیاں کر ڈالیں۔

سابقہ شریعتوں میں اس تحریف و تبدیلی کی نشاندھی کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروبہ ثمنا قلیلا فویل لھم مماکتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون(٦)

پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لئے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کیلئے موجب ہلاکت ہے۔

تمام شرائع سماویہ کا بنیادی عقیدہ ایک ہی تھا اور وہ ہے توحید یعنی صرف ایک اللہ تعالی کی بندگی کرنا اور اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ عبادت کی شکلیں اور طریقے مختلف شریعتوں میں مختلف رہے لیکن ہر شریعت میں عبادت کی روح اور فلسفہ ایک ہی تھا۔ اسی طرح احکام معاملات بھی مختلف شریعتوں میں زمان و مکان کے اختلاف کے باعث مختلف رہے۔

سابقہ انبیاء کرام میں نبی اکرم ﷺ کا مقام اور گزشتہ شریعتوں میں شریعتِ اسلامی کی حیثیت کا اندازہ اس حدیث سے کیا جاسکتا ہے جو صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ (متوفی ۵۷ھ) سے روایت کی گئی ہے۔ آپ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃقال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین(۷)

میری اور ان پیغمبروں کی مثال جو مجھ سے پہلے گزر گئے، ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان بنایا اور اس کو بہت آرائش اور زینت دی اس کے ایک کونے میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ جب

اس مکان میں جاتے تو تعجب کرتے اور کہتے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ (متوفی ۷۴ھ) اور حضرت ابی بن کعبؓ (متوفی ۱۹ھ) سے بھی مروی ہے۔ اس حدیث کو صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں بھی نقل کیا گیا ہے۔(۸)

ایک اور حدیث جو حضرت ابوھریرۃؓ (متوفی ۵۷ھ) سے روایت ہے، میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

والانبیاء اخوة لعلات امهاتهم شتی ودینهم واحد(۹)

اور تمام انبیاء آپس میں علاتاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں مختلف اور دین (جو والد کی مانند ہے) ایک ہے۔

آخری نبی حضرت محمد ﷺ سے قبل جتنیں شریعتیں نازل ہوئیں وہ مخصوص زمانوں میں مخصوص ملتوں کے لئے تھیں۔ مثلاً حضرت شعیب علیہ السلام اہل مدین و اصحاب ایکہ کے لئے شریعت لائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت نبی اسرائیل کے لئے مخصوص تھی۔ البتہ چند نبیوں کی شریعتیں اس خصوص سے مستثنی تھیں۔ بعد میں آنے والے نبی پہلی شریعت کی پیروی کرتے تھے۔ مثلاً حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شریعت کا حکم دیا۔ حضرت ہاورن علیہ السلام نے لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرف بلایا۔ بنیادی طور پر شرائع سابقہ زمانے، مکان اور قوم کے اعتبار سے عام نہیں تھیں بلکہ وہ خاص زمانے کے لئے خاص جگہ پر اور خاص قوم کے لئے نازل کی گئیں تھیں۔

شریعتِ اسلامی جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی، شرائع سابقہ سے اس لحاظ سے مختلف و منفرد ہے کہ یہ شریعت زمانے، جگہ اور قوم کے اعتبار سے خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ یہ تمام زمانوں کے لئے قیامت تک تمام انسانوں کے لئے ہے خواہ وہ کہیں بھی رہتے ہوں۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہؓ (متوفی ۷۴ھ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وکان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس عامة(۱۰)

اور ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام آدمیوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

عہد قبل از بعثت نبوی اور شرائع سابقہ

کیا شریعتِ اسلامی سابقہ شریعتوں یا ان میں سے کسی خاص شریعت سے متاثر و ماخوذ ہے اور اگر ہے تو کس حد تک ہے۔ شرائع سابقہ کے احکام کی شریعتِ اسلامی میں کیا حیثیت ہے اس موضوع پر

بحث کا آغاز اس سوال سے کیا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام نبی اکرم ﷺ اعلان نبوت سے قبل شرائع سابقہ کے پیروکار تھے یا نہیں اور اگر تھے تو کس شریعت پر عمل پیرا تھے۔ اس سوال کے جواب میں علمائے اصول فقہ (Experts of Islamic Jurisprdence) کی مختلف آراء ہیں (۱۱)

۱۔ پہلی رائے: نبی اکرم ﷺ اعلان نبوت سے قبل انبیاء سابقہ میں کسی کی شریعت پر عمل پیرا تھے کیونکہ ان انبیاء کرام میں سے ہر ایک نے لوگوں کو اپنی دعوت کی طرف بلایا۔ نبی اکرم ﷺ بھی بعثت سے قبل سابقہ انبیاء کے مخاطبین میں سے ایک تھے۔ وہ بھی سابقہ نبی کی دعوت کے عموم (Generality) میں شامل تھے۔ نبی اکرم ﷺ سابقہ انبیاء کرام میں سے کس نبی کی شریعت پر عمل پیرا تھے۔ اس بارے میں کئی اقوال ہیں:

۱۔ آپ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت سب سے پہلی تھی

۲۔ آپ ﷺ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت پر کاربند تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا (۱۲)

اس نے تمہارے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا۔

۳۔ آپ ﷺ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شریعت کے پیروکار تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا (۱۳)

یکسو ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلو

۴۔ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مکلف (Bound) تھے۔

۵۔ آپ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی پابندی کرتے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم ﷺ سے سب سے قریب نبی تھے۔

۶۔ منسوخ شدہ شریعتوں کے سوا آپ ﷺ ہر شریعت سابقہ کے مکلف تھے۔

۷۔ آپ ﷺ سابقہ شرائع پر عمل کرتے تو تھے لیکن ان میں سے کسی ایک شریعت کے لازمی مکلف نہ تھے۔

۸۔ آپ ﷺ کسی سابقہ شریعت کے پابند تو ضرور تھے لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ کس شریعت

کے پابند تھے۔

۹۔ امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کے نزدیک عقلی طور پر مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں لیکن ان میں سے کون سی صورت واقعی طور پر تھی۔ یہ قطعی طور پر معلوم نہیں ہے۔(۱۴)

۲۔ دوسری رائے: نبی اکرم ﷺ بعثت سے قبل سابقہ شریعتوں میں سے کسی ایک کے بھی پیروکار نہیں تھے۔ یہ رائے جمہور متکلمین کی ہے۔ حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) کی بھی یہی رائے ہے۔ اگر آپ ﷺ کسی سابقہ شریعت پر عمل پیرا ہوتے تو آپ ﷺ کے افعال ضرور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتے۔ اس شریعت سے قبل آپ ﷺ کی زندگی مبارک کے تمام احوال کتابوں میں درج ہیں لیکن کسی شریعت پر عمل کا ذکر نہیں ملتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس شریعت کے ماننے والے آپ ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد فخریہ اظہار کرتے کہ مسلمانوں کے نبی ان کی شریعت کے پیروکار رہے ہیں۔ وہ شریعت اسلامی کے مقابلہ میں اپنی شریعت کی بڑائی بیان کرتے۔ جبکہ ایسا نہیں ہو، آپ ﷺ کا کسی سابقہ نبی کی اتباع کرنا آپ ﷺ کی نبوت کے خلاف ہے۔

۳۔ تیسری رائے: آپ ﷺ عقل کے مطابق عمل کرتے تھے۔

۴۔ چوتھی رائے: علمائے اصول میں سے ایک فریق کا یہ موقف ہے کہ اس مسئلہ پر توقف (Stay) کرنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں متعارض (Contradictory) دلائل سامنے آئے ہیں اور اس کے اثبات کے لیے نہ قرآن وسنت سے کوئی نص (Provision) ہے نہ اجماع اور نہ کوئی عقلی دلیل ہے۔ یہ رائے رکھنے والوں میں امام الحرمین الجوینی (متوفی ۴۷۸ھ)، امام غزالی (متوفی ۵؟۵ھ)، امام محی الدین یحیٰ بن شرف الدین نووی (متوفی ۶۳۱ھ) اور امام سیف الدین ابوالحسن محمد بن علی اللدی (متوفی ۶۳۱ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

۵۔ پانچویں رائے: "شرح مختصر الروضۃ" میں طوفی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ الہام پر کاربند تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عبادت کے طریقے الہام کر دیتا تھا اور انہیں اس سلسلے میں ضروری علم دے دیتا تھا۔(۱۵) نبی اکرم ﷺ کے قبل از بعثت طریق عبادت کے متعلق یہ قول بہتر ہے۔

عہد بعد از بعثت نبوی اور شرائع سابقہ:

نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد سابقہ شریعتوں کی کیا حیثیت تھی۔ کیا آپ ﷺ بعثت کے بعد شرائع یا ان میں سے کسی ایک شریعت کی پیروی کرتے تھے؟ اس بارے میں اصولیین (علمائے اصول فقہ) کے دو گروہ ہیں ایک، گروہ اس بات کا قائل ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی بعثت کے

بعد بھی شرائع سابقہ کی پیروی کرتے تھے جبکہ دوسرے گروہ کی یہ رائے ہے کہ آپ ﷺ شرائع سابقہ پر عمل کرنے کے پابند و مکلف نہیں تھے ان دونوں گروہوں کے اپنے اپنے دلائل ہیں۔ علماء کا یہ اختلاف سابقہ شریعتوں کے ان احکام کے بارے میں ہے جو قرآن مجید یا سنت میں مذکور ہیں لیکن قرآن و سنت ان کو بیان کرنے کے بعد خاموش ہیں یعنی نہ تو ان احکام کا اقرار کیا اور نہ ہی انکار کیا۔ شریعتِ اسلامی میں مذکور شرائع سابقہ کی اقسام اور ان کی حجیت کی تفاصیل آئندہ کے صفحات میں آرہی ہیں۔

ا۔ مانعین کے دلائل: جو علماء اصول اس بات کے قائل ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنی بعثت کے بعد کسی سابقہ شریعت کے پابند نہیں تھے وہ شریعتِ اسلامی کے آجانے کے بعد شرائع سابقہ کی حجیت (Authoictativ Source) کو تسلیم نہیں کرتے۔ امام محمد بن ادریس الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ) کے ہاں یہی موقف راجح ہے۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) سے بھی ایک یہ روایت ہے۔ دیگر علماء میں قاضی ابو یعلی فراء (متوفی ۴۵۰ھ) امام احمد بن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) امام ابن السمعانی (متوفی ۴۶۲ھ) امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) امام سیف الدین اللدی (متوفی ۶۳۱ھ) امام محی الدین النووی (متوفی ۶۳۱ھ) اور امام الخوارزمی (متوفی ۶۵۵ھ) شامل ہیں۔ ان علماء کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں (۱۶)

ا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا:

لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا (۱۷)

ہم نے تم (انسانوں) میں سے ہر ایک کیلئے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم کیلئے الگ الگ شریعت بنائی ہے۔ سابقہ شریعتیں گزشتہ قوموں کیلئے تھیں۔ امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالی نے شریعتِ اسلامی نازل فرمائی ہے اور ہم اسی کے مکلف و پابند ہیں۔

مندرجہ بالا آیت سے متصل آگے اللہ تعالی نے فرمایا:

ولوشا ءالله لجعلكم امة واحدة ولكن ليبلوكم فيما آتاكم (۱۸)

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا لیکن اس نے یہ اس لئے نہیں کیا کہ جو کچھ اس نے تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

مندرجہ بالا آیت اللہ تعالی کے اس منشاء کو ظاہر کرتی ہے کہ مختلف زمانوں میں مختلف امتیں ہوں اور ان کو الگ الگ شریعتیں دی جائیں۔ ہر امت اپنی شریعت پر عمل کرنے کی مکلف (Bound)

)تھی۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ (متوفی ۱۸ھ) کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے پوچھا:

کیف تقضی اذا عرض لک قضاء

جب تمہارے پاس مقدمہ آئے گا تو تم اس کا فیصلہ کس طرح کرو گے۔

صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق فیصلہ کروں گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم رسول اللہ (ﷺ) میں بھی اور کتاب میں بھی نہ پاؤ؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: میں اپنی عقل سے غور وفکر اور دریافت سے فیصلہ کروں گا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا سینہ تھپکا اور آپ نے فرمایا:

الحمدللہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ (۱۹)

سب طرح کی تعریف اللہ کو ہی لائق ہے جس نے رسول (ﷺ) کے رسول کو اس چیز کی توفیق بخشی جس سے اللہ کا رسول راضی اور خوش ہے۔

مندرجہ بالا حدیث واضح طور پر یہ بیان کرتی ہے کہ شریعتِ اسلامی میں اتباع اور پیروی کیلئے صرف دو ہی چیزیں ہیں ایک اللہ تعالی کی کتاب قرآن مجید اور دوسری نبی اکرم ﷺ کی سنت۔ اگر اس معاملے میں سابقہ شریعتوں کی کوئی اہمیت ہوتی تو حضرت معاذ بن جبلؓ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ اگر حضرت معاذؓ سے سابقہ شریعتوں کا ذکر سہواً رہ گیا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ فوراً اس کی تصحیح فرمادیتے۔ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ایسا نہ کرنا بلکہ اپنے صحابیؓ کے قول کی تائید کرنا اس امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ شرائع سابقہ واجب الاتباع اور حجت نہیں ہیں۔

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ (المتوفی ۷۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطابؓ (متوفی ۲۴ھ) کے ہاتھ میں تورات کا کچھ حصہ دیکھ کر اظہار ناراضی فرمایا اور آپ نے ارشاد فرمایا:

لوکان موسی حیا بین اظہرکم ما حل لہ الا ان یتبعنی (۲۰)

اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی آج تمہارے درمیان زندہ ہوتے تو ان کیلئے میری اتباع کرنے کے سوا کچھ جائز نہ ہوتا۔

یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شریعتِ اسلامی نازل ہوجانے کے بعد سابقہ شریعتوں کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اگر سابقہ شریعتوں کے حامل انبیاء آج زندہ ہوتے تو ان کیلئے بھی اپنی شریعتوں پر عمل کرنا جائز نہ ہوتا۔ وہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کے پیروکار ہوتے۔

۴۔ اگر سابقہ شریعتوں کے احکام واجب العمل ہوتے اور اگر نبی اکرم ﷺ کسی سابقہ شریعت کے پیروکار ہوتے تو اس کی طرف رجوع فرماتے۔ اور کسی مسئلہ میں حکم بیان کرنے میں وحی کا انتظار نہ فرماتے بلکہ فوراً پہلے سابقہ شریعتوں کے احکام کی طرف رجوع فرماتے۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کو بیان کرنے میں آپ ﷺ نے توقف فرمایا اور وحی کا انتظار کیا۔

مثال کے طور پر ایک مسئلہ ظہار کا ہے۔ ظہار سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو کہے کہ تو میرے لئے ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ۔ یعنی خاوند اپنی بیوی کو کسی دائمی حرام (نکاح کیلئے) عورت مثلاً ماں، بہن، خالہ، یا پھوپھی سے تشبیہ دینے یا اپنی بیوی کے کسی عضو کو کسی دائمی حرام عورت کے کسی عضو سے تشبیہ دے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ (متوفیہ ۵۷ھ) روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ اپنے خاوند حضرت اوس بن صامتؓ کی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں یا رسول اللہ ﷺ میرا خاوند میری جوانی کھا گیا (یعنی جوانی بھر اس کے ساتھ رہی) اور میرا پیٹ اس کے لیے چھیرا گیا (یعنی اولاد ہوئی) جب میں بوڑھی ہوئی اور میری اولاد بند ہوئی تو اس نے مجھ سے ظہار کیا۔ یا اللہ میں اپنا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں پھر وہ یہی کہتی رہی یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیات لے کر اترے (۲۱)

قدسمع الله قول التی تجادلک فی زوجها وتشتکی الی الله والله یسمع تحاورکما ان الله سمیع بصیر. الذین یظاهرون منکم من نسائهم ما هن امهاتهم ان امهاتهم الااللئی ولدنهم وانهم لیقولون منکرامن القول وزورا. وان الله لعفو غفور. والذین یظاهرون من نساهم ثم یعودون لماقالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتماسا. ذلکم توعظون به. والله بما تعملون خبیر. فمن لمن یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسا فمن لمن یستطع فاطعام ستین مسکینا. ذلک لتومنوا بالله ورسله . وتلک حدود الله وللکافرین عذاب علیم.(۲۲)

(ترجمہ) اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کئے جاتی ہے۔ اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی اس بات سے رجوع کریں جو انہوں نے کہی تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ ایک غلام آزاد کرنا ہوگا۔ اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے کیلئے پے در پے روزے رکھے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے۔ یہ حکم اس لئے دیا جارہا ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

۵۔ اگر شرائع سابقہ پر عمل ضروری ہوتا تو حضور اکرم ﷺ کے افعال مبارکہ سے کسی سابقہ شریعت پر عمل کرنا نقل ہوتا۔

۶۔ اگر ایسا ہوتا تو سابقہ شریعتوں کے پیروکار فخر یہ جتاتے کہ مسلمانوں کا پیغمبر ان کی شریعت کی پیروی کرتا رہا ہے۔

۷۔ اگر نبی اکرم ﷺ سابقہ شریعت کے پابند ہوتے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ شرعی طور پر کسی اور نبی کے تابع ہیں اور یہ آپ ﷺ کے منصب کے خلاف تھا۔

۸۔ اگر سابقہ نبیوں کی شریعتیں حجت ہوتیں تو مجتہد صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ کا حل قرآن وسنت میں نہ ملنے پر ان شریعتوں کی طرف ضرور رجوع کرتے۔ لیکن صحابہ کرامؓ سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے حالانکہ ان کے درمیان موسوی شریعت کے ثقہ عالم حضرت کعب الاحبارؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ موجود تھے۔ لیکن ان سے شرائع سابقہ کے حوالہ سے کسی مسئلہ کے بارے میں کبھی نہیں پوچھا گیا۔

مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ (متوفی ۱۳ھ) کے پاس ایک نانی اور حضرت عمر بن خطاب (متوفی ۲۴ھ) کے پاس ایک دادی میراث میں اپنا حصہ لینے کیلئے آئیں۔ دونوں کو میراث میں دادی اور نانی کا حصہ معلوم نہیں تھا۔ شیخان (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) نے ان دونوں عورتوں کے حصے کو کتاب وسنت میں نہ پاتے ہوئے سابقہ شریعتوں کے احکام سے اس مسئلہ کا حل ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی بلکہ انہوں نے اس مسئلہ کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت قبیصہ بن ذویبؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ایک نانی اپنا ترکہ مانگنے کیلئے آئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ اللہ کی کتاب میں تیرا کوئی حصہ مذکور نہیں ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کی حدیث میں مجھے تیرا حصہ کچھ معلوم ہوتا ہے۔ تو لوٹ جا یہاں تک کہ میں لوگوں سے پوچھوں۔ پھر انہوں نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں موجود تھا آنحضرت ﷺ نے اس کو چھٹا حصہ دلایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اور بھی تیرے ساتھ کوئی گواہ ہے اس بات کا۔ اس وقت محمد بن مسلمہ انصاری اٹھے اور جیسا مغیرہ نے کہا تھا ویسا ہی کہا۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے یہ حکم جاری کروایا نانی کیلئے۔ پھر دوسری عورت آئی جو دادی تھی میت کی۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور اپنا ترکہ مانگا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی کتاب میں تو تمہارا کچھ حصہ نہیں ہے اور جو فیصلہ پہلے ہوچکا ہے وہ تیرے لئے نہیں ہوا بلکہ نانی کیلئے ہوا ہے۔ اور میں فرائض (یعنی میراث کے حصے) میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا نہیں سکتا۔ لیکن وہی چھٹا حصہ ہے اگر دادی اور نانی دونوں ہوں تو دونوں اس چھٹے حصے کو آدھا آدھا بانٹ لیں۔ اور نہیں تو ان دونوں میں سے جو ہو وہ چھٹا حصہ لے لے(۲۳)

۹۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے۔ اگر نبی اکرم ﷺ سابقہ شریعت پر کار بند ہوتے تو آپ سابقہ شریعت کو برقرار رکھنے والے اور اس کی اطلاع دینے والے ہوتے نہ کہ اس کو منسوخ کرنے والے۔ اور یہ محال ہے۔ یہ بات امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) نے "المستصفی" میں اور امام سیف الدین الامدی (متوفی ۶۳۱ھ) نے "الاحکام فی اصول الاحکام" میں لکھی ہے(۲۴)

۲۔ مثبتین کے دلائل: علمائے اصول فقہ کا دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ماضی کی شریعتوں کے جن احکام کا نسخ (Abrogation) ہماری شریعت میں ثابت نہیں ہے وہ ہمارے نبی کی شریعت ہیں (۲۵) وہ احکام ہمارے لئے حجت ہیں اور ان پر عمل کرنا لازم ہے۔ ایسے احکام اب سابقہ شریعتوں کے احکام نہیں رہے بلکہ شریعتِ اسلامی کے احکام بن گئے ہیں۔ البتہ سابقہ شریعتوں کی کتب کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کتب کے بارے میں اسلام کا موقف یہ ہے کہ وہ اب اپنی اصل حالت میں برقرار نہیں ہیں۔ سابقہ شریعتوں کے احکام کی اصلیت وہی ہے جو شریعتِ اسلامی میں بیان کردی گئی ہے۔ شرائع سابقہ کے جو احکام اسلام نے منسوخ نہیں کئے اور جو شریعتِ اسلامی میں بیان کردیئے گئے ہیں ان کی گزشتہ حیثیت ختم ہوچکی ہے۔ اب وہ شریعتِ اسلامی کے احکام ہیں۔ اور ان پر عمل کرنا شریعتِ اسلامی پر عمل کرنا ہے۔

البتہ شرائع سابقہ کے احکام معلوم کرنے کیلئے شریعت اسلامی کے سوا کسی اور طرف رجوع نہیں کیا جائے گا۔۔ صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (متوفی ۶۸ھ) نے فرمایا:

"تم لوگ اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو حالانکہ تمہاری کتاب وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ پر تازہ تازہ اتری ہے۔ اسے تم پڑھتے ہو وہ خالص ہے اس میں آمیزش نہیں اور اس کتاب نے تم سے بیان کردیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب کو بدل ڈالا اور اس میں تحریف کی۔ وہ لوگ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے تھوڑی قیمت وصول کریں۔ جس کا علم تمہارے پاس آچکا ہے تو کیا اس کے متعلق سوال کرنے سے تم کو منع نہیں کرتا ہے خدا کی قسم میں ان (اہل کتاب) میں سے کسی کو نہیں دیکھتا ہوں کہ تم سے اس چیز کے متعلق پوچھیں جو تم پر نازل کی گئی ہے(۲۵-A)لہذا یہود و نصاری (مسیحین) کی روایات پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کردی تھی اور ان روایات میں تواتر بھی مفقود ہے۔ شرائع سابقہ کے احکام کی صحت جاننے کیلئے صحیح ترین ذرائع دو ہی ہیں ایک وحی متلو یعنی قرآن مجید اور دوسرا ذریعہ وحی غیر متلو یعنی حدیث۔ حضور اکرم ﷺ ماضی کی شریعتوں کے صرف ان احکام کے پابند تھے جن احکام کی وحی کے ذریعے توثیق کردی گئی تھی۔

شرائع سابقہ کے احکام کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے والے علماء میں سے جمہور اصحاب امام ابی حنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ)، امام مالک بن انس (متوفی ۱۷۹ھ) اور جمہور اصحاب امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جن احکام شرائع سابقہ کا نسخ ثابت نہیں ہے ان احکام کا اعتبار کیا جائے گا۔

علماء کے اس گروہ کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالی نے فرمایا:

انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونوریحکم بھاالنبیون الذین اسلموا (۲۶)

ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی جو مسلم تھے اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

اس آیت میں لفظ "النبیون" یعنی انبیاء استعمال ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ بھی ان میں سے ایک ہیں۔ آپ پر بھی تورات کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے۔

۲۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا:

اولئک الذین هدی اللہ فبھداھم اقتدہ(۲۷)

(اے نبی) وہی لوگ (سابقہ انبیاء جنہیں کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی گئی تھی) اللہ تعالی کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے۔ انہی کے راستہ پر تم چلو۔

اس آیت میں" اولئک الذین ھدی اللہ "(یعنی وہی لوگ اللہ تعالی کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے)سے مراد یعنی اسرائیل کے انبیاء کرام ہیں جنہیں اللہ تعالی نے کتاب حکمت اور نبوت عطا کی تھی جس کا ذکر اس آیت سے اوپر متصل آیا ہے۔ اس آیت میں میں نبی اکرم ﷺ کو سابقہ انبیاء کرام کی پیروی کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

۳۔ قرآن مجید میں ہے:

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا(۲۸)

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت بھی اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کیلئے مقرر کی ہے۔ اس آیت سے بھی شرائع سابقہ پر عمل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ فرمانِ الٰہی ہے:

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملت ابراھیم حنیفاً(۲۹)

پھر ہم نے تمہاری طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلو

یہ آیت بھی شرائع سابقہ پر عمل کے حق میں ایک دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اس آیت میں امر (Order) کا صیغہ (Form) استعمال ہوا ہے اور امر وجوب (Obligation) پر دلالت کرتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالی نے نبی اکرم ﷺ کو فرمایا:

قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیما ملۃ ابراھیم حنیفاً(۳۰)

(اے نبی ﷺ) کہو میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں۔ ابراھیم علیہ السلام کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا۔

۶۔ قرآن مجید کی ایک آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا:

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ(۳۱)

اب کون ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے طریقے سے نفرت کرے۔ جس نے خود اپنے آپ کو حماقت وجہالت

میں مبتلا کر لیا ہو اس کے سوا کون یہ حرکت کر سکتا ہے۔

۷۔ سورۃ المائدہ کی ایک آیت میں تورات کا یہ حکم بیان کیا گیا ہے۔:

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص(۳۲)

تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کا، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لئے برابر کا بدلہ۔

یہ آیت ہماری شریعت میں قصاص کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ قصاص بنی اسرائیل کی شریعت میں واجب تھا۔ اگر نبی اکرم ﷺ سابقہ شریعت کی اتباع نہیں کرتے تھے تو پھر یہ آیت قصاص کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتی تھی۔

۸۔ حضرت ابوھریرہؓ (متوفی۵۷ھ) روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ خیبر(۷ھ) سے لوٹے تو رات کو چلے جب ہم کو نیند آنے لگی تو آپ اخیر رات میں اتر پڑے اور حضرت بلالؓ سے فرمایا تم جاگتے رہنا اور رات کا خیال رکھنا۔ حضرت بلالؓ کی آنکھیں لگ گئیں اور وہ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے سوئے تھے تو نہ رسول اللہ ﷺ جاگے نہ حضرت بلالؓ ہوشیار ہوئے اور نہ صحابہؓ میں سے کوئی جاگا۔ یہاں تک کہ دھوپ پڑنے لگی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے اٹھے گھبرا کر اور بلالؓ کو پکارا حضرت بلالؓ نے کہا۔ پکڑے رکھا میری جان کو اس شخص نے جس نے روک رکھا تھا آپ کی جان کو۔ فدا ہوں میرے باپ اور ماں آپ پر اے رسولِ خدا۔ پھر تھوڑی دور تک آپ اونٹوں کو وہاں سے لے کر چلے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے تکبیر پڑھی اور پھر نماز پڑھائی صبح کی۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا:

من نسی صلوۃ فلیصلھااذاذکرھا

جو شخص نماز بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے تو اسے پڑھ لے۔

اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی(۳۳)

واقم الصلوۃ لذکری(۳۴)

اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔

مندرجہ بالا آیت میں خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سابقہ شریعتوں کے احکام ہمارے لئے حجت ہیں اور وہ ہماری شریعت کے احکام میں شامل ہیں ورنہ

مندرجہ بالا آیت کی تلاوت بے معنی ہوجاتی ہے۔

۹۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ (متوفی ۷۵ھ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی اور ایک یہودیہ لائے گئے۔ دونوں نے زنا کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ یہودیوں کے پاس تشریف لائے اور پوچھا تورات میں زنا کی کیا سزا ہے۔ انہوں نے کہا ہم دونوں کا منہ کالا کرتے ہیں (اونٹ پر) ایک کا منہ ادھر اور ایک کا منہ ادھر (یعنی دونوں کی پیٹھ ملی رہتی ہے) تاکہ لوگ دونوں کا منہ دیکھ سکیں پھر ان کو چکر لگواتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تورات لاؤ اگر تم سچ کہتے ہو۔ وہ لے کر آگئے اور پڑھنے لگے۔ جب رجم کی آیت آئی تو جو شخص تورات پڑھ رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ اس آیت پر رکھ لیا۔ اور آگے اور پیچھے کا مضمون پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ (یہودیوں کے عالم جو مسلمان ہوچکے تھے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا آپ اس شخص سے کہیں اپنا ہاتھ اٹھائے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت اس کے ہاتھ کے نیچے سے نکلی۔ پھر آپ نے حکم دیا اور وہ دونوں رجم کیے گئے (۳۵)

مندرجہ بالا حدیث یہ ثابت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رجم کی سزا کا نفاذ تورات کے حکم کے مطابق کیا تھا۔

۱۰۔ تورات میں قصاص کا حکم تھا کہ دانت کے بدلے میں دانت توڑا جائے۔ اس حکم کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے:

والسن بالسن (۳٦)

اور دانت کے بدلے میں دانت

نبی اکرم ﷺ نے تورات کے اسی حکم کے مطابق ایک مقدمہ میں قصاص کا فیصلہ فرمایا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ (متوفی ۹۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری پھوپھی ربیع نے ایک انصاریہ کے دو دانت توڑ ڈالے۔ اس کی قوم والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے قصاص کا حکم صادر فرمادیا۔ میرے چچا انس بن نضر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ، اللہ کی قسم اس کے دانت نہیں توڑے جاسکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یا انس کتاب اللہ القصاص

اے انس قصاص اللہ کا حکم ہے۔

یہ بات ہو رہی تھی کہ انصاریہ کے رشتہ دار راضی ہو گئے اور دیت (خون بہا) لینا منظور کر لیا۔
آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
ان من عبدا اللہ من لواقسم علی اللہ لابرہ (۳۷)
اللہ کا نیک بندہ جب کسی بات کی قسم کھا لیتا ہے تو اللہ اس کی قسم کو پورا کر دیتا ہے اور اسے جھوٹا نہیں ہونے دیتا۔
۱۱۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے یہود کی اطلاع پر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یوم عاشورہ (دس محرم) پر روزہ رکھتے تھے، روزہ رکھا۔
صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ (متوفی ۶۸ھ) روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودیوں کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ یہودیوں نے بتایا کہ یہ بہت بڑا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دے کر فرعونیوں کو غرق کیا تھا تو شکرانے کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
انا اولی بموسی منھم
میں ان سب میں موسیٰ کے زیادہ قریب ہوں۔
لہذا آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو رکھنے کا حکم دیا (۳۸)
۱۲۔ حدیث حضرت معاذ بن جبلؓ میں سابقہ شریعتوں سے رہنمائی لینے سے منع نہیں کیا گیا
حضرت معاذ بن جبلؓ نے کسی مسئلہ کا حل قرآن وسنت میں نہ پاتے ہوئے اپنی رائے سے اجتہاد کرنے اور مسئلہ کا حل دریافت کرنے کیلئے تورات وانجیل کی طرف رجوع کرنے کا ذکر اس لئے نہیں کیا تھا کیونکہ قرآن مجید ان دونوں کتب سابقہ پر دلالت کرتا ہے۔
۱۳۔ گزشتہ تمام کتب سماویہ لفظ "الکتاب" میں شامل ہیں۔
۱۴۔ تمام شرائع سماویہ کی اصل اور بنیاد ایک ہی ہے۔
۱۵۔ قرآن مجید کا شرائع سابقہ کے احکام کے نسخ کو بیان کیے بغیر ان کو ذکر کرنا ضمنی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ احکام ہمارے لئے بھی حجت ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید تورات اور انجیل کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:
نزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ وانزل التوراۃ والانجیل من قبل ھدی للناس (۳۹)

(اے نبی ﷺ) اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو اس سے پہلے آئی تھیں۔ اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کیلئے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے۔

۱۶۔ گزشتہ شریعتوں کے جو احکام منسوخ نہیں ہوئے وہ اس قاعدے کی رو سے بھی واجب العمل اور حجت ہیں۔

القديم يترک على قدمه (۴۰)

قدیم کو اس کی قدامت پر چھوڑ دیا جائے گا۔

۱۷۔ ہر سابق نبی لوگوں کو اپنی شریعت کی پیروی کی طرف بلاتا رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس دعوت کی عمومیت (Generality) میں داخل ہیں۔

۱۸۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بعثت سے قبل بعض ایسے اعمال فرمائے جن کے بارے میں رہنمائی عقل سے نہیں ہو سکتی۔ مثلاً نماز، عمرہ، تعظیم کعبہ، قربانی، گوشت کھانا اور مردار سے اجتناب وغیرہ۔

۱۹۔ تمام شریعتوں کے احکام میں پایا جانے والا حسن ذاتی ہے جو شریعتوں کے اختلاف کے باوجود تبدیل نہیں ہوتا۔ لہذا تمام شرائع ہمارے حق میں حسن اور اچھی ہیں اور ان کا ترک کرنا قبیح اور برا ہے جو چیز سابقہ شریعتوں میں اچھی تھی وہ اب بھی اچھی ہے مثلاً قتل کی ممانعت، زنا کی ممانعت، قذف کی ممانعت وغیرہ۔

مانعین کی طرف سے مثبتین کے دلائل کا جواب

شرائع سابقہ کی عدم حجیت کے حامیوں نے ان دلائل کا جواب دیا ہے جو سابقہ شریعتوں کی حجیت کے حق میں دیئے گئے ہیں۔ شرائع سابقہ پر عمل کے مانعین مثبتین کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں (۴۱)

(۱) سابقہ تمام کتب سماویہ لفظ "الکتاب" میں شامل نہیں ہیں۔ ہماری شریعت میں لفظ "الکتاب" سے مراد صرف قرآن مجید ہی ہے۔ قرآن کے سوا کوئی دوسری کتاب "کتاب اللہ" نہیں ہے۔

(۲) قرآن مجید کی آیت ہے:

فبهداهم اقتده (۴۲)

ان کی ہدایت / راستہ کی تم پیروی کرو۔

اس آیت میں جس ہدایت کی پیروی کرنے کا نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے یہ وہ ہدایت ہے

جس کی اضافت سب کی طرف ہے اور جو سب میں مشترک ہے۔ اس ہدایت سے مراد توحید اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں واحدانیت پر دلالت کرنے والے دلائل ہیں۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ کو کہا گیا کہ تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔ یہ نہیں کہا گیا کہ تم ان (انبیاء) کی پیروی کرو۔ لہذا اس آیت سے سابقہ انبیاء کی شریعتوں پر عمل کرنے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

(۳) شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا (۴۳)

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا۔

اس آیت میں لفظ "الدین" سے مراد اصل توحید ہے۔ یہاں شریعت مراد نہیں ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے شریعت نوح علیہ السلام کو معلوم کرنے کیلئے کوئی کوشش فرمائی ہو۔ تمام نبیوں کو توحید کی وصیت کی گئی لیکن توحید کی اہمیت کے بارے میں یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی تخصیص (Specification) آپ کی عزت اور تکریم کی خاطر ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "خلیل اللہ" حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "کلیم اللہ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "روح اللہ" اور مومنین کو "العباد" کے نام سے اللہ تعالیٰ نے یاد کیا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی ایک اور آیت میں حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی شریعتوں کا ذکر ہے۔

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ (۴۴)

(اے نبی ﷺ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح علیہ السلام اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔

اس آیت میں بھی اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ جو حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام پر نازل کیا گیا وہ بعینہ نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ پر بھی شریعت اسی طرح نازل کی گئی ہے جس طرح آپ سے قبل نبیوں پر شریعتیں نازل کی گئی تھیں۔ اس میں شریعت اسلامی کے علاوہ دوسری شریعتوں کی اتباع ثابت نہیں ہوتی۔

۴۔ شرائع سابقہ کی اتباع کے لازم ہونے کے حق میں ایک دلیل یہ دی جاتی ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراہیم حنیفاً (۴۵)

پھر ہم نے تمہاری طرف یہ وحی بھیجی کہ یکسو ہو کر ابراہیم کے طریقے پر چلو۔

یہاں لفظ "ملۃ" سے مراد شریعت نہیں بلکہ اصل توحید ہے۔ امام سیف الدین الآمدی (متوفی ۶۳۱ھ) نے اپنی کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں اس دلیل کی چار وجوہ بیان کی ہیں جو یہ ہیں (۴۶)

(i) لفظ "الملۃ" کا اطلاق شرعی فروعات (Secondary Regulations) پر نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اسی طرح امام ابوحنیفہ یا امام شافعی کے فقہی فروعات کو "ملۃ ابی حنیفہ" یا "ملۃ الشافعی" نہیں کہا جاسکتا۔

(ii) اس آیت کے پیچھے "وماکان من المشرکین" (اور وہ یعنی ابراہیم علیہ السلام مشرکین میں سے نہ تھے) فرمایا ہے اور شرک کے مقابلے میں توحید ہے۔

(iii) تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

ومن یرغب عن ملۃ ابراهیم الا من سفه نفسه (۴۷)

اب کون ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے طریقے سے نفرت کرے۔ جس نے خود اپنے آپ کو حماقت و جہالت میں مبتلا کرلیا ہو اس کے سوا کون یہ حرکت کرسکتا ہے۔

اگر اس آیت میں "ملۃ" سے مراد دین کے فروعی احکام ہوتے تو انبیاء کرام میں سے جو بھی ان کی مخالفت کرتا تو وہ "سفیہ" (احمق) (نعوذباللہ) ہوتا اور یہ مشکل و محال ہے۔

(v) اگر "ملۃ" سے مراد دین و شریعت کی فروعات ہوتیں تو نبی اکرم ﷺ پر یہ لازم ہوتا کہ وہ ان فروعات شرعیہ کو معلوم کرنے کی جستجو فرماتے۔ حالانکہ آپ ﷺ صرف اس چیز کے مکلف و پابند تھے جو آپ ﷺ پر وحی کیا جاتا تھا۔

۴۔ جہاں تک شرائع سابقہ کے مثبتین کی اس دلیل کا تعلق ہے:

انا انزلنا التوراة فیها هدی ونور یحکم بها النبیون الذین اسلموا (۴۸)

ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی جو مسلم تھے اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

یہ آیت بھی شرائع سابقہ کی پیروی کرنے کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ اس آیت میں جو صیغہ (Form) استعمال کیا گیا ہے وہ امر (Order) کا نہیں بلکہ خبر کا ہے۔ نبی ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ ماضی میں انبیاء کرام تورات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ اس آیت میں "ھدی" اور "نور" سے مراد اصل توحید ہے جو تمام شریعتوں میں مشترک رہی ہے۔

۵- یہ دلیل قوی نہیں ہے کہ ہماری شریعت میں قصاص کی مشروعیت (Legality) تورات کے اس حکم کی وجہ سے ہے جو سورۃ المائدۃ میں آیا ہے:

وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس....(۴۹)

تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان ہے-----

اور یہ بات کہ ہماری شریعت میں دانت کے بدلے دانت کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ سابقہ شریعت سے لیا گیا ہے، غلط ہے۔

قرآن وسنت میں ایسی کئی نصوص (Provisions) پائی جاتی ہیں جو شریعتِ اسلامی میں قصاص کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً

يايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص فى القتلى(۵۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لئے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔

فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم(۵۱)

لہذا جو تم پر دست درازی کرے تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو۔

اس آیت کا حکم عام ہے جو دانت وغیرہ سب کو شامل کرتا ہے(۵۲)

صحیح مسلم میں حضرت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (متوفی ۳۲ھ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

فلا يحل دم امرى مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا احدى ثلاث : الثيب الزان والنفس بالنفس والتارک لدينه المفارق للجماعة(۵۳)

مسلمان کو جو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں اس کا پیغمبر ہوں، مارنا درست نہیں مگر تین میں سے کسی ایک بات پر: شادی شدہ زانی یا جان کے بدلے جان یا دین سے پھر جانے والا مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہونے والا۔

مندرجہ بالا نصوص قرآن وحدیث یہ ثابت کرتی ہیں کہ قصاص کا وجود شریعتِ اسلامی میں اس لئے نہیں ہے کہ قصاص سابقہ امتوں پر بھی فرض تھا بلکہ شریعتِ اسلامی میں اس کے وجوب کے علیحدہ دلائل ہیں۔

۶- نبی اکرم ﷺ کا زنا کرنے والے یہودی اور یہودیہ کو رجم کرنے کیلئے تورات کی طرف رجوع کرنا دراصل اس قول کی تصدیق کرنا تھا کہ تورات میں بھی زنا کی سزا رجم ہے۔ جبکہ یہود مشروعیت رجم

کا انکار کرتے تھے۔ اس بات کو ظاہر کرنا مقصد تھا کہ حضور ﷺ نے تورات میں رجم کے حکم کے بارے میں سچ فرمایا تھا۔ آپ کی اس خبر کی تصدیق کیلئے تورات کی طرف رجوع کیا گیا۔ لہذا آپ کی خبر کی تصدیق اور یہود کے انکار کی تکذیب ثابت کرنے کیلئے آپ نے تورات پڑھوائی۔ آپ نے توارت سے رجم کا حکم لینے کیلئے رجوع نہیں کیا تھا(۵۴)

• نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو رجم تورات کے حکم پر نہیں بلکہ قرآن کے حکم پر کیا تھا۔ اس آیت کی تلاوت و کتابت منسوخ ہو چکی ہے اور حکم باقی ہے(۵۵)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ (متوفی ٦٨ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ (متوفی ۲۴ھ) نے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور ان پر اللہ نے اپنی کتاب نازل کی ہے۔ اللہ نے جو آیت نازل کی اس میں رجم کی بھی آیت تھی۔ ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا اور محفوظ رکھا۔ آنحضرت ﷺ نے سنگسار کیا اور ہم نے بھی سنگسار کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر مدت دراز کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ ایک کہنے والا کہے گا کہ خدا کی قسم ہم آیت رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے وہ اس فرض کو چھوڑ کر گمراہ ہوگا جو اللہ نے نازل کیا ہے(۵٦)

۷۔ سابقہ شریعتوں کے احکام کی حجیت تسلیم کرنے ولوں نے ایک دلیل یہ دی ہے کہ یہود کی اس خبر پر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یوم عاشورہ کو روزہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے روزہ رکھا۔ یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ نبی اکرم ﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ یہود کی خبر پر رکھا۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ یہود کی اس خبر کی تصدیق آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کردی گئی ہو۔ اس صورت میں یوم عاشور کے روزہ کی دلیل وحی الہی ہوئی نہ کہ خبر یہود(۵۷)

۸۔ حضرت ابوھریرہؓ کی جس روایت میں نبی اکرم ﷺ کا نماز فجر کی قضا کی ادائیگی کیلئے شریعت موسی علیہ السلام پر عمل کرنے کا ثبوت تلاش کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی قضا کا اثبات حضور ﷺ کا شریعت موسی علیہ السلام کی اتباع کرنے سے نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کو اس کا حکم بذریعہ وحی کیا گیا تھا اور حضور ﷺ کو آگاہ کردیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو بھی وہی حکم ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا(۵۸)

۹۔ یہ دلیل کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے تورات اور انجیل کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ قرآن ان دونوں پر دلالت کرتا ہے۔ کمزور استدلال ہے۔ اس حدیث میں کوئی قرینہ اس موقف کو ثابت نہیں

کرتا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے واضح طور پر تین ذرائع کا ذکر فرمایا۔ ایک کتاب اللہ یعنی قرآن مجید، دوسرا سنت رسول ﷺ اور تیسرا اجتہاد۔ مزید یہ کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے بعد تعامل (Usage) سے بھی یہ اثبات نہیں ہوتا کہ انہوں نے مقدمات کے فیصلوں کیلئے تورات اور انجیل کی طرف رجوع فرمایا ہو اور کتاب اللہ سے قرآن مجید، تورات اور انجیل تینوں کو مراد لیا ہو۔

۱۰۔ یہ دلیل بھی باطل ہے کہ سابق انبیاء کرام لوگوں کو اپنی شریعت کی اتباع اور پیروی کی دعوت دیتے تھے اور حضور ﷺ بھی سابق انبیاء کرام کے اس خطاب کے عموم میں داخل ہیں۔ سابق انبیاء کرام کا یہ خطاب اپنے زمانے کے لوگوں کے لئے تھا۔ اس خطاب کا اطلاق نبی اکرم ﷺ پر نہیں ہوتا۔ شرائع سابقہ خاص امتوں کیلئے اور خاص مدت کیلئے تھیں۔ یہ بات کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ سابق انبیاء ورسل نے اپنی شریعتوں کی اتباع کی جو دعوت دی تھی اس دعوت کے مخاطب قیامت تک کے انسان تھے۔

۱۱۔ احکام میں پایا جانے والا حسن وخوبی ذاتی نہیں ہوتا بلکہ یہ شرعی اور اضافی ہوتا ہے یعنی جن کو شریعت نے حسن قرار دیا وہ اچھا ہے اور جن کو قبیح قرار دیا وہ برا ہے۔ لہذا یہ ممکن ہے کہ ایک حکم سابقہ امتوں کیلئے حسن اور اچھا ہو لیکن ہمارے لئے قبیح اور برا۔ جس حکم کو سابقہ امتوں کیلئے حسن قرار دیا گیا وہ ان کی شریعتوں میں لازم قرار دیا گیا۔ اور جو حکم ہمارے لئے قبیح اور برا قرار دیا گیا اس کا حکم ہمارے لئے منسوخ کردیا گیا یا اٹھالیا گیا۔ اب وہ ہم پر لازم نہیں ہے۔ مثلاً گناہوں سے توبہ کرنے کیلئے اپنی جان کو قتل کرنے کے حکم میں قوم موسیٰ کیلئے اچھائی تھی۔ لہذا وہ حکم ان پر لازم تھا۔ لیکن یہ حکم ہمارے لئے قبیح ہے اس لئے اسے ہمارے حق میں منسوخ کردیا گیا۔ شریعتِ اسلامی میں گناہوں سے توبہ صدق دل سے استغفار کرنا ہے۔

۱۲۔ اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت اسلامی شرائع سابقہ کی ناسخہ (منسوخ کرنے والی) ہے۔

۱۳۔ نبی اکرم ﷺ نے بعثت سے قبل جو بعض اعمال فرمائے تھے مثلاً نماز، عمرہ، تعظیم کعبہ، قربانی، گوشت کھانا اور مردار سے اجتناب وغیرہ۔ یہ اعمال شرائع سابقہ کی اتباع میں نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے تحت تھے۔ مثلاً نبوت سے قبل ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے زید بن عمرو بن نفیل سے اسفل بلدح کے مقام پر ملاقات کی۔ اس نے آپ کے سامنے دستر خوان پر گوشت پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس کو کھانے سے انکار کردیا اور فرمایا:

"میں اس سے نہیں کھاتا ہوں جس کو تم اپنے بتوں پر ذبح کرتے ہو اور میں صرف اسی کو کھاتا ہوں

جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو(A-۵۸)۔ اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے اپنے نبی کو عبادت وغیرہ کے طریقے سکھائے تھے۔ نبی پیدائشی طور پر نبی ہوتا ہے۔ اعلان نبوت اس کے نبی ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔

مثبتین کی طرف سے مانعین کے دلائل کا جواب

شرائع سابقہ کو حجت قرار نہ دینے والوں نے جو دلائل اپنے موقف کی حمایت میں دیئے ہیں، شرائع سابقہ کو حجت تسلیم کرنے والوں نے ان کا جواب دیا ہے۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔(۵۹)

۱۔ مانعین نے ایک دلیل یہ دی ہے:

لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا(٦٠)

ہم نے تم(انسانوں) میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر دو شریعتوں کے احکام مشترک ہوں اور بعض احکام میں ان کا اختلاف ہو تو ان دونوں شریعتوں میں سے کسی ایک کا متفق علیہ احکام میں بعد والی شریعت کے لئے شریعت ہونا صحیح ہے۔ اور دونوں نبیوں کے لئے مختلف فیہ احکام میں الگ الگ شریعت اور منہاج ہونا بھی صحیح ہے۔ لہذا مندرجہ بالا آیت بعض احکام میں سابقہ شریعتوں کو اپنی شریعت قرار دینے کی نفی نہیں کرتی۔

۲۔ یہ اعتراض کہ اگر نبی اکرم ﷺ سابقہ شریعتوں کی پیروی کرتے تو یہ آپ کے منصب کے منافی تھا درست نہیں ہے۔ سابقہ شرائع کی اتباع کرنے میں نبی اکرم ﷺ کے منصب کے منافی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہے نہ کہ سابقہ رسولوں کی۔ آپ ﷺ کی مثال فرشتوں کی طرح ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ آدم کو سجدہ کرنے سے فرشتوں کے مقام ومرتبہ میں کوئی کمی نہیں آگئی تھی۔ اور نہ ہی فرشتوں کی ذات میں کوئی خامی واقع ہوئی تھی۔ کیونکہ فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھا نہ کہ آدم کی اطاعت۔ لہذا اگر بندے کی اطاعت صرف اپنے رب کیلئے ہو تو پھر رب کی اطاعت میں جو بھی واسطے اور اسباب استعمال واختیار کیے جائیں گے وہ بندے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

۳۔ یہ دلیل کہ اگر حضور اکرم ﷺ شرائع سابقہ کے پیروکار ہوتے تو کسی سابقہ شریعت پر عمل کرنا آپ سے ثابت ہوتا۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کسی سابقہ شریعت پر کاربند نہیں تھے تو آپ کی سابقہ شرائع کے پیروکاروں سے مخالفت ثابت ہوتی جو کہ ثابت نہیں ہے۔

۴۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ (متوفی ۱۸ھ) کو سابقہ شرائع کی طرف رجوع کرنے کی تلقین یا حضرت معاذ بن جبلؓ کے بھول جانے پر انہیں سابقہ شرائع سے رہنمائی لینے کی تنبیہ اس لئے نہیں کی تھی کہ قرآن سابقہ کتب آسمانی کو بھی اپنے اندر شامل کرتا ہے۔

۵۔ نبی آخرالزمان ﷺ کا حضرت عمر بن الخطابؓ (متوفی ۲۴ھ) کے ہاتھ میں تورات دیکھ کر غصہ میں آجانے کی وجہ یہ تھی کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی مذہبی کتب میں تحریفات کردی تھیں۔ اور ان کی کتب کی صحت میں شبہ پڑ گیا تھا۔

سابقہ کتب و شریعتوں کے جن احکام کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بغیر انکار کے بیان فرمایا ہے وہ حجت ہیں اور ہماری شریعت ہیں۔ شرائع سابقہ کے احکام کی حجیت اور شرعی حیثیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان کو بغیر انکار کے بیان کرنے سے مشروط ہے۔

۶۔ یہ بات کہ اس امر پر اجماع امت ہے کہ شریعتِ اسلامی سابقہ شریعتوں کی ناسخہ ہے تو یہ نسخ مطلق (Absolute) نہیں ہے۔ بلکہ شرائع سابقہ میں سے صرف ان احکام کو منسوخ کیا گیا ہے جو شریعتِ اسلامی کے خلاف تھے۔ لیکن جو احکام شریعتِ اسلامی کے خلاف نہیں تھے انہیں ہماری شریعت میں برقرار رکھا گیا ہے۔ مثلاً قصاص، حدِ زنا، حد سرقہ (چوری) روزہ وغیرہ گزشتہ شریعتوں میں تھے اور یہ شریعتِ اسلامی کے خلاف نہیں تھے۔ اس لئے یہ ہماری شریعت میں بھی برقرار رہے۔

۷۔ یہ دلیل کہ صحابہ کرامؓ نے کسی مسئلہ کے حل کیلئے سابقہ شریعتوں کی طرف رجوع نہیں فرمایا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں کے جو احکام تواتر سے ثابت تھے انہیں ڈھونڈنے یا معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور جو احکام تواتر سے ثابت نہیں تھے بلکہ خبر آحاد تھے صحابہ کرام ان کی اتباع نہیں کرتے تھے۔

(خبر متواتر سے مراد وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر اکٹھے ہونا عادتاً محال ہو۔ جبکہ خبر آحاد یا خبر واحد وہ خبر ہے جسے صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو اور جس میں خبر متواتر کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں)

فریقین کے مندرجہ بالا تفصیلی دلائل کو دیکھنے کے بعد فکری رجحان اس طرف جاتا ہے کہ سابقہ شریعتوں کے وہ احکام جو شریعتِ اسلامی میں مذکور ہیں اور جن کے مسلمانوں کے اوپر لازم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں قرآن وسنت خاموش ہیں ان احکام کے بارے میں مانعین کا موقف راجح (Preferable) ہے۔ کسی حکم کو انسانوں پر لازم قرار دینے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کے لزوم کی صریح

دلیل پائی جائے اور یہ دلیل قرآن یا سنت سے ہی مل سکتی ہے۔ قرآن وسنت کا ایسے احکام کو بیان کردینے کے بعد خاموش ہوجانا بذات خود ان احکام کے غیر لازم ہونے کی دلیل ہے۔ ایسے احکام کو غیر لازم کہہ دینے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ان کا قطعی انکار کردیا جائے۔ ان احکام کا قطعی انکار نہیں کیا گیا۔ فقہ اسلامی میں ایسی کئی شہادتیں موجود ہیں کہ فقہا کرام نے کئی انسانی مسائل کے حل کیلئے شرائع سابقہ کے ان احکام سے استنباط کیا۔

غیر منصوص مسائل میں نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک

وہ مسائل ومعاملات جن کے بارے میں جب تک وحی الہی سے کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا ان مسائل میں نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک اور موقف یہ ہوتا تھا کہ آپ اہل کتاب سے موافقت فرماتے تھے۔ ایسی کئی مثالیں ہیں کہ کسی معاملہ کے بارے میں اللہ تعالی کی طرف سے جب تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس معاملہ کو اہل کتاب کے موافق اختیار کیا۔ البتہ نبی اکرم ﷺ کے اسوہ مبارک سے یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ ایسے حالات میں آپ مشرکین کے عمل کی مخالفت فرماتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک کے بال یوں ہی چھوڑے رکھتے تھے یعنی بالوں سے مانگ نہیں نکالا کرتے تھے۔ اہل کتاب اپنے بال یونہی چھوڑے رکھتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ان باتوں میں جن میں آپ کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے اس کے بعد آپ نے اپنے سر کے بالوں کے دو حصے کردیئے تھے۔ یعنی مانگ نکالنا شروع کردی تھی (٦١)

نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے ان معاملات میں جن کے بارے میں ابھی تک حکم ربی نہیں آیا تھا اور جو معاملات خالصتاً عبادات سے تعلق رکھتے تھے ان میں آپ نے اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ (مسیحیوں) سے موافقت نہیں فرمائی اور کوئی ایسا عمل نہیں فرمایا جس سے عبادات میں اہل کتاب سے مشابہت ہو۔ بلکہ عدم مشابہت والا طرز عمل اختیار فرمایا۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ مسلمان جب مدینہ میں آئے تو جمع ہو کر وقت مقررہ پر نماز پڑھ لیا کرتے تھے اور کوئی شخص اذان نہیں دیتا تھا۔ ایک دن مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ نماز کی اطلاع کیلئے مسیحیوں کی طرح ناقوس بجالیا کریں یا یہودیوں کی طرح نرسنگا بجالیا کریں۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ ایک آدمی کو مقرر کردیا جائے جو لوگوں کو نماز کیلئے مطلع کردیا کرے۔ جس پر رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال اٹھو اور نماز کے لئے اذان دو(٦٢) یہ روایت ظاہر کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو نماز کیلئے بلانے کیلئے یہود یا نصاریٰ کا طریقہ اختیار کرنا ناپسند فرمایا۔ یہ روایت صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں بھی آئی ہے(٦٣) صحیح بخاری میں حضرت انس بن مبارکؓ(متوفی ۹۱ھ) کی روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے نماز کے وقت اعلان کرنے کے لئے جو تجاویز دی تھیں ان میں سے ایک تجویز یہ بھی تھی کہ نماز کے وقت آگ روشن کردی جائے(٦٤) آپ ﷺ نے اس تجویز کو بھی نامنظور فرمایا۔ آگ جلانے کا طریقہ آتش پرستوں کے ہاں مروج تھا۔

غیر نصوص مسائل میں نبی اکرم ﷺ کے موقف میں ایک نمایاں بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ آپ یہود کے طرز عمل کی مخالفت فرماتے تھے۔ یہاں یہ امر پیش نظر رہے کہ یہود کے طرز عمل کی مخالفت کا مطلب تورات کے صحیح احکام کی مخالفت یا اسرائیل کے انبیاء کرام سے ثابت شدہ عمل کی مخالفت نہیں ہے۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ صوم داؤد علیہ السلام رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ جسے حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ(متوفی۷۵ھ) نے روایت کیا ہے(٦٥)اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عمل کے موافق عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ(متوفی٦٨ھ) کی صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ یہودیوں نے بتایا کہ یہ بہت بڑا دن ہے اسی دن اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو نجات دے کر فرعونیوں کو غرق کیا تھا تو شکرانہ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

انا اولی بموسیٰ منهم

میں ان سب میں موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں۔

لہذا آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو رکھنے کا حکم دیا(٦٦)

لیکن نبی اکرم ﷺ نے یہود و نصاریٰ کے طرز عمل کی مخالفت فرمائی ان کا اپنی الہامی کتابوں اور اپنے انبیاء کرام کے ساتھ جو سلوک بد رہا اس کی وجہ سے یہود و نصاریٰ اس قابل نہیں تھے کہ کسی معاملہ میں ان جیسا طرز عمل اختیار کیا جاتا۔ لہذا کئی مواقع پر جب نبی اکرم ﷺ کو پتہ چلتا کہ یہود و نصاریٰ ایسا کرتے ہیں تو آپ مسلمانوں کو اس کے مخالف عمل کرنے کا حکم فرماتے۔ یہود بھی یہ جان گئے تھے کہ نبی اکرم ﷺ ان کے خلاف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جامع ترمذی میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں

کہ جب یہود کے ہاں کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے ساتھ نہ کھلاتے، نہ پانی پلاتے اور نہ اپنے ساتھ ایک گھر میں رہنے دیتے۔ نبی اکرم ﷺ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری۔ ویسألونک عن المحیض (A-۶۶) "" یہ تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں " نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ حائضہ کو اپنے ساتھ کھلاؤ پلاؤ۔ ان کے ساتھ گھروں میں رہو اور سب کچھ ان کے ساتھ کرو سوائے جماع کے۔ اس پر یہود کہنے لگے یہ شخص (نبی اکرم ﷺ) ہمارے کام میں سے کسی کا ارادہ نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کے خلاف کرتا ہے (B-۶۶)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوھریرۃؓ (متوفی ۵۷ھ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

ان الیهود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوهم (۶۷)

یہود و نصاریٰ (عیسائی) خضاب (بالوں کو) نہیں کرتے اس لئے تم ان کے خلاف کرو۔

امام نووی (متوفی ۶۳۱ھ) نے صحیح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ روز مرہ کی عادات اور لباس اور وضع میں حتی المقدور کافروں کے خلاف کرنا بہتر ہے کیونکہ ہر ایک قوم کو اپنا قومی نشان قائم رکھنا اور دوسری قوم کی بے فائدہ تقلید نہ کرنا شرف ہے اور یہ نہایت ذلت اور بے غیرتی کی بات ہے کہ دوسری قوم کے مقلد بنیں اور اندھا دھند ان کی وضع اور روش اختیار کریں۔ اس حدیث سے رد ہوتا ہے ان لوگوں کا جو نصاریٰ (مسیحیوں) کی تقلید اور لباس اور وضع میں جائز خیال کرتے ہیں (۶۸)

جامع ترمذی میں حضرت ابوھریرۃؓ سے جو روایت ہے اس میں صرف یہود کا ذکر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

غیروا الشیب ولا تشبهوا بالیهود (۶۹)

بڑھاپے کی صورت بدل دو اور یہود کی مشابہت مت کرو۔
یعنی وہ کبھی خضاب نہیں کرتے تم کرو۔

یہود و نصاریٰ کے عمل کی مخالفت کی ایک اور نبوی مثال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لیس منا من تشبه بغیرنا ولا تشتبهوا بالیهود ولا بالنصاریٰ فان تسلیم الیهود الاشارة بالاصابع وتسلیم النصاریٰ الاشارة بالاکف (۷۰)

ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر کے ساتھ تشبیہ کرے اور مت تشبیہ کرو یہود و نصاریٰ کے ساتھ اس لئے

کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے ساتھ اشارہ کرنا ہے یعنی پس تم ایسا مت کرو۔

صحیح مسلم میں ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں اپنے سر کے بالوں میں جوڑ لگایا کرتی تھیں نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور فرمایا:

انما هلكت بنواسرائيل حين اتخذ هذه نساؤهم(۷۱)

بنی اسرائیل اسی طرح تباہ ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ کام شروع کیا۔

غیر منصوص مسائل میں نبی اکرم ﷺ کا اہل کتاب سے موافقت بھی کرنا اور مخالفت بھی کرنا بظاہر متضاد نظر آتا ہے۔ لیکن یہ تعارض اور تضاد اس لئے نہیں کہ جن صورتوں میں نبی اکرم ﷺ نے بظاہر اہل کتاب کے عمل سے موافقت فرمائی وہ اہل کتاب کی اتباع میں نہیں تھی بلکہ آپ نے جس عمل میں اہل کتاب کی موافقت فرمائی اس عمل کے سابق انبیاء کرام اور سابق شریعتوں سے ہونے کی اطلاع آپ کو وحی سے کی گئی۔ لہذا اس عمل کا ماخذ اہل کتاب کا قول یا فعل نہیں بلکہ وحی الہی تھا۔ نبی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ منجانب اللہ کہتا ہے۔

وما ينطق عن لهوى . ان هوالا وحى يوحى(۷۲)

وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

جن امور میں آپ ﷺ نے اہل کتاب کی مخالفت فرمائی ان کے بارے میں بھی آپ اپنے علم وحی سے جان گئے تھے کہ ان امور میں اہل کتاب کا عمل منشائے الہی کے خلاف ہے۔ لہذا آپ نے بھی اس پر عمل نہ کیا۔

احکام شرائع سابقہ کی اقسام

شریعت اسلامی نے سابقہ شریعتوں کے احکام کو کس حد تک منسوخ کیا کن کو باطل قرار دیا کن احکام کو برقرار رکھا اور کن احکام میں تبدیلی وصلاح کی، اس کا جائزہ لینے کیلئے ذیل میں شرائع سابقہ کے احکام کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے، جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت اسلامی میں سابقہ شریعتوں کے احکام کی شرعی حیثیت کیا ہے اور شریعت اسلامی ان سے کتنی ماخوذ ومتاثر ہے۔

۱- پہلی قسم: سابقہ شریعتوں کے احکام کی پہلی قسم ان احکام کو قرار دیا جاسکتا ہے جو عقائد سے متعلق ہیں۔ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ شریعت اسلامی سابقہ تمام شرائع کے تمام احکام کی کلی طور پر تنسیخ (Abrogation) نہیں کرتی۔ تمام شریعتیں من جانب اللہ تعالی ہیں اور ان تمام شریعتوں

میں عقائد یکساں رہے ہیں۔ عقائد کسی ایک رسول کی شریعت کے ساتھ مخصوص نہ تھے۔ مثلاً اللہ تعالی پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، رسول پر ایمان، شریعت اور الہامی کتاب پر ایمان، آخرت پر ایمان اور تقدیر پر ایمان وغیرہ۔ یہ سب عقائد سابقہ تمام شریعتوں اور شریعتِ اسلامی میں مشترک ہیں اور ہر شریعت میں لازم رہے ہیں۔ یہ دین کے اصول ہیں اور سابقہ شریعتوں میں پائے جانے والے ان اصول دین کی ہماری شریعت ناسخ نہیں ہے(۷۳)

۲۔دوسری قسم: سابقہ شریعتوں کے احکام کی دوسری قسم ان احکام پر مشتمل ہے جو شریعتِ اسلامی میں مذکور نہیں ہیں یعنی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں نے ان احکام کو بیان نہیں فرمایا۔ ان احکام کے بارے میں علماء کا متفقہ موقف ہے کہ یہ ہمارے لئے شرعی حجت نہیں ہیں(۷۴) لہذا ان احکام کی شریعتِ اسلامی میں کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

۳۔تیسری قسم: شرائع سابقہ کے وہ احکام جو شریعتِ اسلامی میں بیان تو کئے گئے ہیں لیکن شریعتِ اسلامی میں ان احکام کے منسوخ ہوجانے کی نصوص(Provisions) بھی پائی جاتی ہیں تو ایسے احکام ہمارے حق میں منسوخ متصور ہوں گے۔ شریعتِ اسلامی سابقہ شرائع کے جن احکام کی ناسخہ (منسوخ کرنے والی) ہے وہ احکام بالاتفاق اور بلا نزاع ہمارے لئے شرعی حجت نہیں ہیں۔ یہ احکام سابقہ امتوں کے لئے ہی خاص تھے اور انہی پر فرض تھے۔ لیکن یہ امت مسلمہ کے لئے منسوخ کردیے گئے ہیں۔ ان احکام پر عمل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اگر ان احکام کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے تو متعلقہ آیات کی تلاوت تو کی جائے گی لیکن ان پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ ایسے احکام سے متعلق آیات کی تلاوت باقی ہے لیکن عمل منسوخ ہے۔

توبہ: مثلاً موسوی شریعت میں توبہ کا طریقہ یہ تھا کہ گناہگار اپنی جانوں کو قتل کریں۔ موسوی شریعت میں توبہ کا یہ حکم قرآن مجید کی سورت البقرہ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

واذ قال موسى لقومه ياقوم انكم ظلمتم انفسكم باتخاذكم العجل فتوبوا الى بارئكم فاقتلوا انفسكم ذلكم خير لكم عندبارئكم فتاب عليكم انه هو التواب الرحيم(۷۵)

(یاد کرو) جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا لوگو! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنے اوپر سخت ظلم کیا ہے لہذا تم اپنے خالق کے حضور توبہ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاک کرو۔ اسی میں تمہارے خالق کے نزدیک بہتری ہے اس وقت تمہارے خالق نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

یہ حکم ہمارے حق میں منسوخ ہے امت محمدیہ کی توبہ یہی ہے کہ صدق دل سے اللہ تعالی سے اپنے گناہ کی معافی چاہی جائے اور آئندہ کے لئے وہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا جائے۔

فمن تاب بعد ظلمه واصلح فان الله يتوب عليه ان الله غفور رحيم(٧٦)

پھر جو ظلم کرنے کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ کی نظر عنایت پھر اس پر مائل ہو جائے گی۔ اللہ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرماتے والا ہے۔

سبت کا دن: بنی اسرائل پر سبت یعنی ہفتہ کے دن کی حرمت(Respect) لازم تھی۔ اس حکم کا ذکر قرآن مجید میں ہے لیکن یہ حکم ہمارے حق میں منسوخ ہے۔

انما جعل السبت على الذين اختلفوا فيه(٧٧)

ہم نے سبت کو ان لوگوں پر مسلط کردیا تھا جنہوں نے اس کے احکام میں اختلاف کیا تھا۔

ناخن والے جانور اور چربی: بنی اسرائیل پر ناخن والے جانور اور گائے اور بکری کی چربی حرام تھی۔ اس حرمت(Prohibtion) کا ذکر قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ دونوں بنیادی مصادر شریعتِ اسلامی میں ہے۔ لیکن اب یہ حکم ہمارے لئے منسوخ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وعلى الذين هادوا حرمنا كل ظفر ومن البقرولغنم حرمنا عليهم شحومهما الا ما حملت ظهورهما اوالحوايا اوماختلط بعظم ذلك جزيناهم ببغيهم(٧٨)

اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ان پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کردیے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی سوائے اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جائے۔ یہ ہم نے ان کی سرکشی کی سزا انہیں دی تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لعن اللهاليهود حرمت عليهم الشحوم فجملوها فباعوها(٧٩)

اللہ تعالی یہود پر لعنت کرے ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا۔

۴۔ چوتھی قسم: سابقہ شریعتوں کے احکام کی چوتھی قسم وہ احکام ہیں جن کا ذکر شریعتِ اسلامی میں یوں ہے کہ وہ سابقہ امتوں کیلئے حرام تھے لیکن وہ شریعتِ اسلامی میں حرام نہیں بلکہ حلال اور جائز ہیں جن کے جواز کی شریعت میں دلیل موجود ہے۔ ایسے احکام اب اسلامی شریعت کا حصہ ہیں اور شرعی حجت ہیں۔ ان احکام پر عمل سابقہ شرائع کے حوالے سے نہیں بلکہ شریعتِ اسلامی کے حوالے سے کیا جائے گا۔

عبادت والے دن کاروبار: بنی اسرائیل کیلئے سبت یعنی ہفتے کا دن عبادت اور آرام کیلئے مقرر کیا گیا تھا اور اس روز ان کیلئے کسی قسم کا دنیوی کام کرنا منع تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت(۸۰)

اور تمہیں اپنی قوم کے ان لوگوں کا قصہ معلوم ہی ہے جنہوں نے سبت کا قانون توڑا تھا۔

جس طرح سبت یعنی ہفتہ کا دن بنی اسرائیل کیلئے متبرک تھا اسی طرح مسلمانوں کے لئے جمعہ کا دن مبارک ہے لیکن مسلمانوں کیلئے اس روز کاروبار کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو۔ جمعہ کی اذان سے نماز ادا ہونے تک کاروبار کی ممانعت ہے۔

وذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰه(۸۱)

پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

ناخن والے جانور / چربی: یہودیوں پر ناخن والے تمام جانور حرام تھے اس کے علاوہ ان پر گائے اور بکری کی چربی بھی حرام تھی۔ قرآن مجید میں ہے؛

وعلی الذین هادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرحرمنا علیهم شحومهما الا ما حملت ظهورهما او الحوایا او مااختلط بعظم. ذلک جزیناهم ببغیهم(۸۲)

اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ان پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کردیے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی سوائے اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں میں لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جائے. یہ ہم نے ان کی سرکشی کی سزاانہیں دی تھی.

شریعت اسلامی میں امت مسلمہ کے لئے مویشی اور گائے اور بکری کی چربی حلال اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے. جیساکہ قرآن مجید میں اللہتعالی نے فرمایا:

احلت لکم بهیمة الانعام الا ما یتلی علیکم(۸۳)

تمہارے لئے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے سوائے ان کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے۔

شریعت اسلامی میں مویشیوں میں سے جو جانور حرام کئے گئے ہیں وہ صرف یہ ہیں:-

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهصل لغیر اللّٰه به والمنخنقة والموقوذة

والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب(۸۴)
تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا کسی درندے نے پھاڑا ہو۔ سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا۔ اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔

مال غنیمت: مال غنیمت جو کہ دشمن سے لڑائی کے بعد اس کا مال قبضہ میں کیا جاتا ہے۔ یہ مال سابقہ امتوں کے لئے حرام تھا۔ وہ اسے اپنے استعمال میں نہیں لا سکتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے سارے اموال غنیمت کو ایک خاص مقام پر رکھ دیتے۔ آسمان سے آگ آ کر انہیں بھسم کر دیتی تھی۔ اور ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ لگتا تھا۔

لیکن شریعتِ اسلامی میں مسلمانوں کے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ (متوفی ۷۴ھ) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

واحلت لی الغنائم ولم تحل لا حد قبلی (۸۵)
اور میرے لئے غنیمت کے مال حلال کر دیئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لئے حلال نہ کئے گئے تھے۔

۵- پانچویں قسم: وہ احکام جو قرآن مجید یا سنت میں بیان کئے گئی ہیں اور قرآن و سنت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ قرآن یا سنت میں مذکور سابقہ شریعتوں کے یہ احکام ہم پر بھی اسی طرح فرض ہیں جس طرح ہم سے پہلے دوسری امتوں پر فرض تھے۔ ایسے احکام بالاتفاق ہمارے لئے شرعی حجت ہیں۔ ان کی مشروعیت کی دلیل شریعت اسلامی ہے۔ شرائع سابقہ کے ایسے تمام احکام جنہیں شریعتِ اسلامی نے بیان کرنے کے بعد ان کی فرضیت کے بارے میں بھی بتا دیا ہے وہ شریعتِ اسلامی ہی کے احکام ہیں اب ان کا مصدر و ماخذ شرائع سابقہ نہیں بلکہ شریعتِ اسلامی ہے۔

روزہ: روزہ سابقہ امتوں پر بھی فرض تھا اور ہم پر بھی فرض ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

یایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تعلکم تتقون (۸۴)
اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقوی کی صفت پیدا ہو گی۔

قربانی: حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے بارے میں فرمایا:

سنۃ ابیکم ابراھیم(۸۷)
یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔
ختنہ: ختنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اختتن ابراھیم علیہ السلام وھو ابن ثمانین بالقدوم(۸۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ اسی سال کی عمر میں ایک بسولہ سے کیا۔
حضرت ابی ایوبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اربع من سنن المرسلین : الختان ، والعطر والسواک والنکاح(۸۹)

جامع ترمذی کے میسر نسخہ میں مندرجہ بالا روایت میں لفظ "الختان" کی جگہ "الحیاء" (یعنی شرم) آیا ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ علامہ عبداللہ ناصح علوان نے اپنی کتاب "تربیۃ الاولاد فی الاسلام" میں "تحفۃ المودود" کے حوالے سے لکھا ہے کہ الحاملی سے یہ ثابت شدہ ہے کہ امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) نے اپنے شیخ (جس سے حدیث کو سنا اور روایت کیا) سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں لفظ "الختان" ہی ہے۔ بعض نسخوں میں "الحیاء" اور بعض میں "الحناء" درج ہے یہ دونوں غلط ہیں(۹۰)

امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے نزدیک ختنہ کرانا سنت ہے۔ جبکہ جمہور آئمہ ثلاثہ یعنی امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ)، امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کے نزدیک ختنہ کرانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

۶۔ چھٹی قسم

شرائع سابقہ کے احکام کی چھٹی قسم وہ ہے جس کا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے یا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں۔ لیکن قرآن وسنت دونوں نے نہ ان کا اقرار کیا ہے اور نہ ہی ان کا انکار کیا ہے۔ یعنی شریعت اسلامی میں ان احکام کی فرضیت یا منسوخی یا ان احکام کے مرفوع ہونے یعنی اٹھالئے جانے کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ جس سے یہ پتہ چل سکے کہ یہ احکام اب ہمارے حق میں باقی ہیں یا نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن وسنت دونوں اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کی سورۃ المائدہ میں ہے:

من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیاالناس جمیعاً(۹۱)

اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

اسی طرح سورۃ المائدہ ہی میں ہے:

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص(۹۲)

تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کیلئے برابر کا بدلہ۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کےلئے پانی کی تقسیم کا جو حکم نازل ہوا وہ قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ونبئھم ان الماء قسمة بینھم کل شرب محتضر(۹۳)

اور ان کو جتا دے کہ پانی ان کے اور (حضرت صالح علیہ السلام کی/اللہ تعالی کی نشانی) اونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنی باری کے دن پانی پر آئے گا۔

شرائع سابقہ کے احکام کی اس چھٹی قسم کے شرعی حجت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں علماء کے مابین اختلافی آراء ہیں۔

۱۔ بعض کے نزدیک یہ حجت ہیں کیونکہ یہ ہماری شریعت میں بیان ہونے اور اس کا جزو بن جانے کی وجہ سے معتبر ہوگئے ہیں۔

۲۔ دوسروں کے نزدیک یہ شریعت اسلامی کا حصہ نہیں ہیں لہذا یہ حجت نہیں ہیں۔

۳۔ ایک تیسرا فریق ان احکام کے بارے میں توقف (Stay) کا قائل ہے۔ سابقہ شریعتوں کے احکام کی اس قسم کے شرعی حجت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فریقین کے دلائل تفصیل کے ساتھ اوپر گزر چکے ہیں جن کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مندرجہ بالا تینوں آراء میں سے یہ رائے زیادہ راجح (Preperable) ہے کہ ایسے احکام شرعی حجت نہیں ہیں۔ سابقہ شریعتوں کے یہ احکام اگرچہ ہماری شریعت میں بیان ہوئے ہیں لیکن ان احکام کے ہمارے اوپر بھی لازم ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔ لہذا سابقہ شریعتوں کے حوالے سے ان احکام کی ہمیں خبر دی گئی ہے لیکن قرآن وسنت میں کوئی ایسا صیغہ (Form) نہیں پایا جاتا جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ ہمارے لئے بھی حکم ہیں۔ سابقہ

شریعتوں کے احکام ہمارے لئے بھی لازم ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ان احکام کو بیان کرنے کے بعد قرآن یا سنت میں امر(Order)کا صیغہ پایا جائے جو ان احکام کا وجوب(Obligatory) ثابت کرے۔

فقہاء کرام کا شرائع سابقہ سے استدلال

جوفقہاء شرائع سابقہ کو شرعی حجت تسلیم کرتے ہیں انہوں نے ان شریعتوں کے کئی احکام سے مسائل کیلئے استدلال کیا ہے۔ اور ان احکام کو بنیاد بناتے ہوئے فتاوی دیے ہیں جن میں سے چند بطور مثال مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ احناف نے قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت "النفس بالنفس" (۹۴) "یعنی جان کے بدلے جان" سے استدلال کرتے ہوئے ذمی(وہ غیر مسلم جو اسلامی ریاست میں رہتا ہو اور شرعی ٹیکس جزیہ" ادا کرتا ہو) کے بدلے مسلمان کے قتل کو جائز قرار دیا ہے۔(۹۵) یعنی اگر مسلمان کسی ذمی کو عمداً (Intentionaly)قتل کردے تو مسلمان کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

۲۔ حنفی فقیہ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم(متوفی ۱۸۲ھ) نے (النفس بالنفس) ہی کی آیت کو بنیاد بناتے ہوئے یہ فتوی دیا ہے کہ مرد و عورت کے مابین قصاص ہوگا اور عورت کے بدلے مرد کو قتل کیا جائے گا(۹۶)اس آیت کی رو سے حنابلہ بھی عورت کے بدلے میں مرد کے قتل کے قائل ہیں(۹۷)

۳۔ حنفی فقیہ امام محمد بن الحسن الشیبانی(متوفی ۱۸۹ھ) نے قرآنی آیت جو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے قصہ سے متعلق ہے "و نبئهم ان الماء قسمة بينهم" (۹۸) اور ان کو جتا دیں کہ پانی ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا" القسمة بالمهاياة "کے جواز کا فتوی دیا ہے۔ یعنی اگر دونوں شریک اس بات پر متفق ہوجائیں کہ مالِ مشترک کے منافع سے ایک دن ایک شریک فائدہ حاصل کرے گا اور دوسرے دن دوسرا فریق فائدہ حاصل کرے گا اور یہ چاوراں مذاہب میں جائز ہے(۹۹)

۴۔ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ نے جعالہ(انعام) کا جواز مندرجہ ذیل آیت قرآنی سے لیا ہے جو قصہ حضرت یوسف علیہ السلام میں مذکور ہے۔

ولمن جاء به حمل بعير وانا به زعيم(۱۰۰)

جو شخص (بادشاہ کا پیمانہ)لاکردے گا اس کے لئے ایک شتر انعام ہے اس کا میں ذمہ لیتا ہوں۔

۵۔ امام شافعی(متوفی ۲۰۴ھ) نے اسی آیت(ولمن جاء به حمل بعير وانا به زعيم)سے سااستدلال

کرتے ہوئے ضمان (ضمانت) کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے (۱۰۱)

۶۔ حنابلہ نے منفعت کو مہر کے طور پر ادا کرنے کا جواز اس آیت سے لیا ہے۔ یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے:

قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج (۱۰۲)

اس کے باپ نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) کہا "میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کردوں بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو۔

۷۔ امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) کے نزدیک اہل کتاب (یہود و مسیحی) پر اسلامی ریاست میں رجم کی سزا نافذ ہوگی۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تورات کے حکم کے مطابق یہود کو رجم کیا (۱۰۳)

۸۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کا فتوی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ اپنے بیٹے کی قربانی دے گا تو اس کو ایک کبش (نر بھیڑ) ذبح کرنا ہوگا اور گوشت کو صدقہ کردے (۱۰۴) امام احمد بن حنبل نے اپنے فتوی کا استدلال اس آیت سے کیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

وفدیناہ بذبح عظیم (۱۰۵)

اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کو چھڑالیا۔

۹۔ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) نے قرعہ کے اثبات کا فتوی دیا ہے (۱۰۶) اس فتوے کی بنیاد انہوں نے ان آیات پر رکھی ہے۔

فساھم فکان من المدحضین (۱۰۷)

پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور اس میں مات کھائی

اور

اذیلقون اقلامھم (۱۰۸)

جب وہ اپنے اپنے قلم پھینک رہے تھے۔

یہ دونوں آیات بالترتیب حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں ہیں:

۲۔ شریعت اسلامی اور قوانین جاہلیت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل عرب کے زمانے کو عہد جاہلیت کہتے ہیں۔ اسلام کی ہدایت و نور آنے

سے پہلے زمانہ کفر وجہالت کی ظلمت میں ڈوب چکا تھا۔ جاہلیت کا لفظ اسلام کے مقابلے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلام سراسر علم وہدایت ہے اور کفر سراسر جہالت وگمراہی ہے۔

قرآن مجید میں امہات المؤمنینؓ کو خطاب کرکے اللہ تعالی نے فرمایا:

وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلیة الاولی(۱۰۹)

اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہیلت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

اگرچہ یہ حکم امہات المؤمنین کےلئے ہے لیکن اس سے عام مسلمان عورتوں کےلئے اس حکم میں شدت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جاہلیت اولی سے مراد وہ تمام برائیاں ہیں جو اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں اور دنیا کے دیگر خطوں میں پائی جاتی تھیں۔

لہذا یہاں قانون جاہلیت سے مراد وہ قانون و رواج ہے جو اسلام سے پہلے خاص طور پر عرب معاشرے میں رائج تھا۔

نبی اکرمﷺ کے قبل از بعثت والے زمانہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپﷺ نے صحیح جاہلی قانون ورواج کی نہ صرف تائید وحمایت کی بلکہ ایسے قانون کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس کی ایک نمایاں مثال حلف الفضول ہے۔

نبی اکرمﷺ نے جب آپ کی عمر مبارک بچپن برس تھی اس حلف میں شرکت فرمائی تھی۔ عہد جاہلیت میں جب لوگ ایک دوسرے کے مال وجائیداد کو غصب کرنے لگے تو قریش نے عبد اللہ بن جدعان کے مکان میں جمع ہو کر ایک عہد نامہ مرتب کیا جو "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے۔ اس عہد نامہ کی رو سے یہ طے کیا گیا کہ مکہ میں جب کسی سے زیادتی ہو تو اس کی تلافی کی جائے۔ کسی کو کسی پر ظلم نہ کرنے دیا جائے اور مظلوم کو حق دلایا جائے۔

نبی اکرمﷺ نے اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

لقد شهدت فی دار عبدالله بن جدعان حلفا ما احب ان لی به حمر النعم ولو ادعی به فی الاسلام لا حببت(۱۱۰)

عبداللہ بن جدعان کے گھر معاہدے کے وقت میں موجود تھا۔ اس کے معاوضے میں بہت سے سرخ اونٹوں کے ملنے کو بھی میں پسند نہ کروں گا اگر اس معاہدے کی رو سے اسلام میں بھی کوئی مجھے بلائے تو میں ضرور اسے قبول کروں گا۔

الماوردی (متوفی ۶۳۱ھ) نے "الاحکام السلطانیہ" میں حلف الفضول کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ

فعل اگرچہ زمانہ جاہلیت میں سیاسی مجبوریوں سے کیا گیا تھا مگر رسول اکرم ﷺ کی موجودگی اور آپ کی تاکید و تائید سے اس کو ایک امر شرعی اور فعل نبوی کا مرتبہ حاصل ہو گیا(۱۱۱)

ابتداء اسلام میں یہ بات نظر آتی ہے کہ جن معاملات میں ابھی تک کوئی اسلامی حکم نازل نہیں ہوا تھا ان معاملات میں مسلمان اسی پرانے طریقہ پر عمل کرتے رہتے تھے جو زمانہ جاہلیت سے ان کے ہاں چلا آرہا تھا اور جاہلی طریقہ پر عمل اس وقت تک جاری رہتا تھا جب تک کہ اسلام اس طریقہ میں کوئی تبدیلی نہ کر دیتا یا اسے برقرار رکھنے یا اسے منسوخ کرنے کا حکم نہ دے دیتا۔

مثلاً زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا اور ابتدائے اسلام میں بھی اس پر عمل کیا جاتا رہا کہ جب کوئی مرجاتا اور اپنی بیوی کو چھوڑ جاتا تو کسی دوسری بیوی سے اس کے شوہر کا بیٹا یا میت کے عصبات میں سے اس کا کوئی قرابت دار آتا اور میت کی بیوی پر اپنا کپڑا ڈال دیتا۔ ایسا کرنے کے بعد وہ اس کا حق دار بن جاتا۔ اگر اس کا جی چاہتا تو اس بیوہ سے خود شادی کر لیتا۔ اسے مہر دینے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ متوفی اسے جو مہر دے چکا تھا وہی کافی سمجھا جاتا تھا۔ جی چاہتا تو کسی غیر آدمی سے اس کی شادی کرادی جاتی اور اس غیر آدمی سے مہر لے کر خود کھا لیتے اور بیوہ کو کچھ نہ دیتے۔ جی چاہتا تو اسے معلق اور لٹکائے رکھتے اور ستاتے تاکہ بیوہ اس حصہ وراثت سے دستبردار ہو جائے جو اسے اپنے مرنے والے شوہر سے ملا ہے۔ اگر دستبردار نہ ہو تو گھٹ گھٹ کر مر جائے تاکہ یہ لوگ اس کے مال کے وارث بن جائیں۔

ایسا ہی ایک واقعہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ حضرت ابو قیس بن الاسلت انصاریؓ کا انتقال ہوا۔ انہوں نے اپنی بیوی حضرت کبیشہ کو اپنے بعد چھوڑا دوسری بیوی سے حضرت ابو قیسؓ کا ایک لڑکا کھڑا ہوا۔ اس نے حضرت کبیشہؓ پر اپنا کپڑا ڈال دیا اور اس طرح اس کے نکاح کا وارث بن گیا۔ پھر اسے یونہی ڈالے رکھا۔ نہ خود اس سے شادی کی اور نہ نان نفقہ اسے دیا۔ اس نے حضرت کبیشہؓ کو تنگ کرنا شروع کر دیا تاکہ جو مال اسے اپنے شوہر حضرت ابو قیسؓ سے وراثت میں ملا تھا وہ اسے اس لڑکے کو دے کر اپنا پیچھا چھڑا لے۔

حضرت کبیشہؓ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور اپنا سارا واقعہ سنایا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت کبیشہؓ کو فرمایا انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ سنا دے۔ مدینہ کی عورتوں نے یہ سنا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کا تانتا بندھ گیا اور سب نے آکر شکایت کرنی شروع کی اور بتایا کہ ان سب کا وہی حال ہے جو حضرت کبیشہؓ کا ہے(۱۱۲) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

یاایھاالذین امنوا لایحل لکم ان ترثواالنساء کرھا(۱۱۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو۔

مندرجہ بالا حکم قرآنی کے تحت مسلمانوں کو اس جاہلی رسم ترک کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ بیوہ کو یہ حق دیا کہ وہ عدت گزارنے کے بعد جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور شوہر کے ترکہ میں بیوہ کا حصہ مقرر کردیا گیا۔

اعلان نبوت کے بعد شریعتِ اسلامی نے قانون جاہلیت کے بعض احکام کو یک لخت کالعدم قرار دے دیا۔ بعض کو مصلحتاً برقرار رکھا، بعض کو شرعی حیثیت دے کر مستقل کردیا اور بعض کی اصلاح وتبدیلی کی۔ اس اعتبار سے قانون جاہلیت کو مندرذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

قوانین جاہلیت کی اقسام

ا۔ پہلی قسم

قانون جاہلیت کے احکام کی پہلی قسم وہ ہے جنہیں شریعت اسلامی نے کالعدم قرار دے دیا تھا۔ ایسے تمام قوانین شریعت اسلامی کی حدود نفاذ کے اندر مسلم وغیر مسلم سب افراد کے حق میں منسوخ ہوچکے تھے۔ ان احکام کی کوئی قانونی، سیاسی ومعاشرتی حیثیت باقی نہیں رہی تھی۔ مثلاً

لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا: زمانہ جاہلیت میں ایک یہ رواج تھا کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے۔ شریعتِ اسلامی نے اس قبیح اور انسانیت سوز رواج پر پابندی عائد کردی۔

قرآن مجید میں ہے:

واذا الموءدة سئلت بای ذنب قتلت(۱۱۴)

جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں ماری گئی۔

صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبة سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل حرم علیکم عقو الامهات وواد البنات ومنعا وهات(۱۱۵)

بے شک اللہ بزرگ وبرتر نے تم پر حرام کیا ہے ماؤوں کی نافرمانی اور لڑکیوں کا زندہ گاڑدینا اور نہ دینا(اس کو جس کا دینا ہے مال ہوتے ہوئے) اور مانگنا(اس چیز کا جس کے مانگنے کا کوئی حق نہیں)

بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنا: زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ مرد وعورتیں بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے۔ شریعت اسلامی نے اس رسم پر پابندی عائد کردی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں حضرت ابوہریرةؓ(متوفی ۵۷ھ) سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ(متوفی ۱۳ھ) کو حجة الوداع سے پہلے جس سال نبی ﷺ نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اس میں یہ

اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی ننگا ہو کر طواف کرے گا(۱۱۶)

منہ بولے رشتہ داروں کی وراثت: اہل عرب میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ جن لوگوں کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ کے رشتے مضبوط ہوجاتے تو وہ ایک دوسرے کی میراث میں حصہ دار تسلیم کیے جاتے تھے۔ اگر ایک شخص کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیتا تو وہ اپنے منہ بولے باپ کا وارث بن جاتا تھا۔ شریعتِ اسلامی نے دور جاہلیت کے اس قانون کو منسوخ کردیا۔ حقیقی رشتہ داروں کے میراث میں حصے مقرر کردیئے۔ البتہ لوگوں کو یہ اجازت دی کہ وہ اپنی زندگی میں ان دوستوں وغیرہ کو اپنے مال میں سے جو چاہے دے سکتے ہیں جن سے انہوں نے کوئی وعدہ کرلیا ہو۔ لیکن مرنے کے بعد ترکہ میں ایسے دوست واحباب کا کوئی وراثتی حصہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

ولکل جعلنا موالی ترک الوالدین والاقربون. والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم(۱۱۷)

اور ہم نے ہر اس ترکے کے حق دار مقرر کردیئے ہیں جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں۔ اب رہے وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہوں تو ان کا حصہ انہیں دو۔

نکاح شغار: حضرت عبداللہ بن عمرؓ(متوفی۷۵ھ) کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا اور وہ یہ تھا کہ ایک شخص اپنی بیٹی دوسرے شخص کو اس اقرار سے بیاہ دیتا تھا کہ وہ بھی اپنی بیٹی اسے بیاہ دے اور دونوں نکاحوں میں کوئی مہر نہیں ہوتا تھا(۱۱۸)

حضرت ابن عمرؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا شغار فی الاسلام(۱۱۹)

اسلام میں شغار نہیں ہے۔

۲-دوسری قسم

جاہلی قانون رواج کی ایک قسم وہ ہے جسے شریعت نے مصلحتاً برقرار رکھا اور قوم میں کسی فساد کے پیدا ہونے کے خدشہ سے تاخیر روا رکھی۔ مثلاً

بیت اللہ کا حطیم: قریش نے جب بیت اللہ کی تعمیر زمانہ جاہلیت میں کی تو انہوں نے ایک تو بیت اللہ کو چھوٹا کردیا جو چھ ذراع کی زمین بنتی ہے۔ اتنا رقبہ بیت اللہ کے حکم میں ہی داخل ہے جسے حطیم کہتے ہیں۔ دوسرا کام قریش نے یہ کیا کہ بیت اللہ کا دروازہ اونچا کردیا تاکہ کوئی اس کے اندر نہ

جاسکے۔ ایسا انہوں نے غرور اور تکبر سے کیا تھا۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ (متوفیہ ۵۷ھ) سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جانتی ہو تمہاری قوم نے اس کا دروازہ اونچا کیوں کردیا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ میں نہیں جانتی آپ نے فرمایا تکبر سے اور اس لئے کہ کوئی اندر نہ جاسکے مگر جسے وہ چاہیں اور ان کا یہ حال تھا کہ جب کوئی اندر جانے کا ارادہ کرتا تو اس کو اندر جانے دیتے جب اندر جانے لگتا تو اسے دھکیل دیتے اور وہ گر پڑتا (۱۲۰)

حضرت عائشہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ توڑتا اور اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بنا دیتا۔ اس لئے کہ قریش نے جب کعبہ بنایا تو چھوٹا کردیا۔ اور اس میں سے ایک دروازہ پیچھے بھی بنا دیا (۱۲۱) حضرت عائشہؓ ہی کی ایک اور روایت میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر تمہاری قوم نئی نئی جاہلیت کو نہ چھوڑی ہوتی یا کفر کو نہ چھوڑی ہوتی تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ کی راہ (جہاد) میں صرف کردیتا اور اس میں دروازے زمین کے برابر بناتا اور حطیم کو کعبہ میں ملا دیتا۔ (۱۲۲)

غلامی: جب سرزمین حجاز میں آخری نبی کا ظہور ہوا اس وقت ساری دنیا میں عام طور پر اور عرب میں خاص طور پر غلامی کا رواج تھا مرد اور عورتیں غلام اور لونڈیاں بنائی جاتی تھیں۔ یہ رواج گزشتہ صدیوں سے جاری تھا۔ انسانی معاشرے میں غلامی کی جڑیں بہت مضبوط تھیں۔ یونانیوں میں غلامی کا رواج تھا۔ رومیوں میں غلامی تھی۔ رومی قانون نے مالک کو یہ حق دے دیا تھا کہ وہ چاہے تو غلام کو قتل کرسکتا تھا۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ رومی مملکت میں آزاد لوگوں کے مقابلے میں غلاموں کی تعداد تین گنا ہوگئی تھی۔ یہودیت نے غلامی کی مدت کو سات سال تک محدود کردیا تھا۔ سات سال کے بعد غلام آزاد ہوسکتا تھا (۱۲۳) اسلام کے لئے عملی اور فوری طور پر یہ ناممکن تھا کہ وہ اس انسانیت سوز رواج کو یکسر ختم کردے۔ یہ صرف اس صورت میں ممکن تھا جب دوسری تمام قومیں بھی اس رواج کے خاتمے کا اعلان کردیتیں یا مسلمان اتنے طاقتور ہوتے کہ وہ خود غلامی کو ختم کرسکتے۔ اس لئے حضور ﷺ کیلئے یہ ناگزیر تھا کہ وہ وقتی طور پر غلامی کو جائز رکھتے۔ شریعت اسلامی میں غلام بنانے کا کہیں بھی حکم نہیں ہے۔ صرف اجازت ہے اس کی وجہ بھی وقتی مصلحت تھی۔ دوسری قومیں غلام بناتی تھیں۔ اسلام نے غلام رکھنے کی حوصلہ افزائی کی بجائے اس کی حوصلہ شکنی کی۔ گناہوں اور خطاؤں کے کفارہ کے طور پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ مثلاً

اسلامی ملک میں مسلمان کو غلطی سے قتل کرنے کا کفارہ: ایک مومن غلام کو آزاد کرنا (۱۲۴)

غیر اسلامی ملک (دارالحرب) میں مسلمان کو غلطی سے قتل کرنے کا کفارہ: ایک مومن غلام آزاد کرنا(۱۲۵)

ذمی/معاہد کو غلطی سے قتل کرنے کا کفارہ: ایک مومن غلام آزاد کرنا(۱۲۶)

قسم توڑنے کا کفارہ: ایک غلام کو آزاد کرنا(۱۲۷)

ظہار(بیوی کو نکاح کیلئے دائمی حرام عورت مثلاماں، بہن سے تشبیہ دینا) کا کفارہ: ایک غلام آزاد کرنا(۱۲۸)

عمداًروزہ توڑنے کا کفارہ: ایک غلام آزاد کرنا(۱۲۹)

سورج گرہن پر ایک غلام آزاد کرنا(۱۳۰)

اگر لونڈی اپنے مالک کا بچہ جنے تو وہ نہ بیچی جاسکتی ہے اور نہ ہبہ کی جاسکتی ہے۔ مالک کے مرنے کے بعد وہ لونڈی خود بخود آزاد ہوجائے گی(۱۳۱)

غلام کو طمانچہ مارنے یا زدو کوب کرنے کا کفارہ: ایک غلام آزاد کرنا(۱۳۲)

اس طرح شریعتِ اسلامی نے غلامی کو وقتی طور پر مصلحتاً جائز رکھ کر بھی تدریجاً اس کا خاتمہ کردیا۔

۳۔ تیسری قسم

دستور جاہلیت کے بعض قوانین و رواجات کی شریعت اسلامی نے اصلاح و تبدیلی کی اور اس کے بعد ان کو جاری کیا۔ یہ قوانین و روایات اس دور کی معاشرتی زندگی کا اہم حصہ تھے۔ بات یہ تھی کہ ان میں کچھ مشرکانہ، کچھ مفسدانہ اور کچھ غیر ضروری چیزیں داخل کردی گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے انسانی زندگی دشوار ہوگئی تھی۔ شریعتِ اسلامی ایسے تمام جاہلی رواجات وقوانین کو ختم کرکے معاشرتی زندگی کو آسان اور بہتر بنادیا مثلاً:

بیوہ کا سوگ: صحیح مسلم میں حضرت ام حبیبہؓ ام المؤمنین(متوفیہ۴۴ھ) روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا یحل لامراۃ تومن باللہ والیوم الاخر تحدعلی میت فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشر(۱۳۳)

جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مردے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر عورت اپنے خاوند کیلئے چار ماہ دس دن تک سوگ کرے۔

زمانہ جاہلیت میں بیوہ اپنے خاوند کے سوگ میں ایک سال تک بیٹھی رہتی تھی اور اس دوران بھی

عجیب وغریب رسوم اختیار کرتی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں جب عورت کا خاوند مرجاتا تو وہ ایک گھونسلے میں گھس جاتی۔ برے سے برا کپڑا پہنتی۔ نہ خوشبو لگاتی نہ کچھ اور یہاں تک کہ ایک سال گزرجاتا پھر ایک جانور اس کے پاس لاتے گدھا یا بکری یا چڑیا جس سے وہ اپنی عدت توڑتی (اس جانور کو اپنی کھال پر رگڑتی یا اپنا ہاتھ اس پر پھیرتی) ایسا بہت کم ہوتا کہ وہ جانور زندہ رہتا (اکثر مرجاتا کچھ شیطان کا اثر ہوگا یا اس کے بدن پر میلی کچیلی ایک گھونسلے میں رہنے سے زہر دار مادہ چڑھ جاتا ہوگا جو جانور پر اثر کرتا ہوگا) پھر وہ باہر نکلتی ایک مینگنی اس کو دیتے اس کو پھینک کر جو چاہتی خوشبو لگاتی(۱۳۴)

اسلام نے یہ فضول رسم ختم کردی۔ بیوہ کو سوگ منانے کی اجازت دی لیکن سوگ اور عدت کی مدت چار ماہ دس دن مقرر کی۔

نکاح: اہل عرب کے ہاں جاہلی رسوم میں ایک نکاح بھی تھا۔ جس میں کئی غلط اور شرمناک طریقے داخل کردیئے گئے تھے۔ شریعت اسلامی نے نکاح کے سلسلے میں تمام شرمناک رسمیں ختم کردیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں چار طرح کا نکاح تھا۔ ایک نکاح تو یہی تھا جو آج کل لوگ کرتے ہیں۔ ایک آدمی دوسرے کے پاس اس کی ولیہ یا بیٹی کا پیغام بھیجتا تھا اور اسے مہر دے کر بیاہ لاتا تھا۔

نکاح اس طریقہ پر بھی تھا کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہہ دیتا تھا کہ جب تو ایام سے پاک ہوجائے تو فلاں مرد کے پاس چلی جانا اور اس سے فائدہ حاصل کرلینا۔ پھر شوہر اس عورت سے جدا ہوجاتا تھا اور اس کے قریب نہ جاتا تھا جب تک کہ اس مرد کا حمل ظاہر نہ ہوجاتا۔ جب اس کا حمل ظاہر ہوجاتا تو اس کا شوہر جب دل چاہتا اس کے پاس چلا جاتا۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا کہ بچہ اچھی نسل کا پیدا ہو۔ اس نکاح کو نکاح استبضاع کہتے تھے۔

نکاح کی تیسری قسم یہ تھی کہ چند آدمی دس سے کم جمع ہوکر ایک عورت سے صحبت کرتے تھے جب اسے حمل رہ جاتا اور اس کا بچہ پیدا ہوجاتا اور اسے کئی دن ہوجاتے تو وہ سب کو بلواتی۔ ان میں سے کسی کو یہ طاقت نہ ہوتی کہ وہ آنے سے انکار کردے۔ جب سب جمع ہوجاتے تو وہ کہتی تم سب کو اپنا حال معلوم ہے جو کچھ تھا اور میرے ہاں تمہارا بچہ پیدا ہوا ہے۔ اے فلانے یہ تمہارا بیٹا ہے۔ جو تمہارا دل چاہے اس کا نام رکھ (تجھے اختیار ہے) وہ بچہ اس کا ہوجاتا تھا۔ اور اسے انکار کرنے کی مجال نہ ہوتی تھی۔

چوتھی قسم کا نکاح یہ تھا کہ بہت سے آدمی ایک عورت سے صحبت کیا کرتے تھے وہ کسی آنے والے کو منع نہیں کرتی تھی۔ دراصل یہ طوائفیں تھیں۔ انہوں نے نشانی کے واسطے دروازوں پر جھنڈے نصب کر رکھے تھے کہ جو چاہے ان سے صحبت کرے۔ جب ان میں سے کسی کا عورت کو حمل ہوجاتا اور بچہ پیدا ہوجاتا تو وہ سب جمع ہو کر علم قیافہ کے جاننے والے کو بلاتے۔ وہ جس کے مشابہ دیکھتے اس سے کہہ دیتے یہ تیرا بیٹا ہے۔ وہ اس کا بیٹا ہوجاتا اور وہ بچہ اس شخص کا بیٹا کہہ کر پکارا جاتا اور وہ مرد اس سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔

پھر جب آنحضرت ﷺ سچے نبی مبعوث ہوئے تو یہ سب قسم کی زمانہ جاہلیت کی شادیاں باطل کردی گئیں صرف آج کل کی شادی کا مروجہ طریقہ جائز رکھا گیا(۱۳۵)

بچوں/عورتوں کا وراثت میں حصہ: اہل عرب زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو میراث کے حق سے محروم رکھتے تھے۔ اسی طرح چھوٹے بچوں کا بھی میراث میں کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔ ان کے نزدیک وراثت میں حصہ کے حق دار وہی لوگ ہوسکتے تھے جو دشمن کا مقابلہ کرسکتے ہوں اور جنگ میں حصہ لے سکتے ہوں۔ اسلام نے عورتوں اور اولاد کو وراثت میں حق دلایا اور ان کے حصے مقرر کردیئے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب میراث کے احکام نازل ہوئے اور اللہ تعالی نے ان میں لڑکوں، لڑکیوں اور والدین کے حصے مقرر کردیئے تو لوگوں نے اسے ناپسند کیا اور کہنے لگے کہ بیوی کو چوتھائی اور آٹھواں حصہ دیا جائے گا۔ لڑکی کو نصف حصہ دیا جائے گا اور چھوٹے بچے کو بھی دینا پڑے گا حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نہ تو جنگ کرتا ہے اور مال غنیمت حاصل کرتا ہے۔(۱۳۶)

وصیت: اہل عرب میں وصیت کا دستور بھی تھا۔ اسلام نے وصیت کو کل مال کے ایک تہائی حصہ تک محدود کردیا۔(۱۳۷)

بیع: زمانہ جاہلیت کے عرب معاشرے میں بیع یعنی خرید وفروخت کی مختلف شکلیں رائج تھیں۔ اسلام نے ان میں سے جھگڑے، فساد اور دھوکہ دینے والی بیع کی شکلوں کو باطل قرار دے کر صحیح صورتوں کو جاری رکھا۔ مثلاً بیع السلم وغیرہ۔ بیع السلم یہ ہے کہ مال کی قیمت فروخت کنندہ کو پہلے ادا کردی جائے اور مال خریدار کے حوالے کرنے کیلئے میعاد مقرر کرلی جائے۔

۴۔ چوتھی قسم

چوتھی قسم ان جاہلی قوانین ورواجات کی ہے جنہیں اسلام نے ہو بہو برقرار رکھا۔ کیونکہ یہ قوانین معاشرے کی فلاح وبہتری کیلئے مفید تھے اور ان میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے

انہیں منسوخ، کالعدم یا تبدیل کر دیا جاتا۔ شریعتِ اسلامی رواج اور عرف کا لحاظ رکھتی ہے۔ مثلاً:

چوری کی سزا قطع ید: زمانہ جاہلیت میں چوری کی سزا قطع ید یعنی ہاتھ کاٹ دینا نافذ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ ایک قریشی مرد تھا جس "دویک" کہتے تھے۔ یہ شخص قبیلہ بنی علیج بن عمرو بن خزاعہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے کعبہ کے خزانہ میں چوری کی تھی جس کی پاداش میں اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کیا گیا(۱۳۸) ایک روایت یہ بھی ہے کہ دور جاہلیت میں جس کو پہلا قطع ید ہوا وہ الولید بن المغیرہ تھا(۱۳۹)

بہر حال اسلام نے چوری کی سزا قطع الید کو برقرار رکھا۔ اور یہ حکم نافذ کر دیا۔

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما (۱۴۰)

اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو

قسامت: اسلام نے زمانہ جاہلیت کے قسامت کے قانون کو بھی برقرار رکھا۔ قسامت یہ ہے کہ جب کسی آدمی کا قتل اقرار اور گواہی سے ثابت نہ ہو، قاتل کا پتہ نہ چلے اور محلے داروں پر شبہ ہو تو ان کو جمع کر کے ان سے قسم لینا کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو پہچانتے ہیں۔ یا مقتول کے وارثوں سے قسم لینا پہلے اہل محلہ کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جاتی۔ جب اس سے قاتل کا پتہ نہ چلتا تو سب ذمہ دار قرار دیے جاتے۔ اور ان سے دیت وصول کی جاتی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے قسامت کو اسی طور پر باقی رکھا جیسے جاہلیت کے زمانے میں تھی۔(۱۴۱)

دیت: اسلام میں ایک جان کی دیت یعنی خون بہا سو اونٹ مقرر ہے۔ یہ بھی دور جاہلیت کے ایک قانون کو برقرار رکھا گیا۔ اس قانون کو بنانے والی ایک عرافہ عورت تھی جو غیب کی باتیں بتاتی تھی۔

نبی اکرم ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو وہ ایک اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ انہوں نے نذر اس لئے مانی تھی کہ آپ کے ہاں صرف ایک بیٹا حارث تھا اور ایک موقع پر چاہ زمزم کی کھدائی اور ملکیت کے مسئلہ پر قریش نے آپ سے جھگڑا کیا تب آپ نے خود کو تنہا محسوس کیا تھا۔ حضرت عبد المطلب کے دس بیٹے ہوئے جب وہ جواں ہو گئے تو ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کی نذر پوری کرنے کا وقت آ گیا۔ قرع نبی اکرم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔ قریش کو جب پتہ چلا تو انہوں نے ایسا کرنے سے منع کیا۔ طے پایا کہ حجاز کی

عرافہ (غیب کی باتیں بتانے والی) جس کا نام قطبہ یا سجاح بتایا جاتا ہے، سے فیصلہ کرایا جائے۔ اس عرافہ نے کہا کہ دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ اور بڑھا دینا۔ اونٹ بڑھاتے جانا یہاں تک کہ قرع اونٹوں کے نام نکلے۔ جب اونٹوں کی تعداد سو ہوگئی تو قرع حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ لہذا حضرت عبداللہ کے بدلے دیت کے طور پر سو اونٹ ذبح کئے گئے (۱۴۲) اس وقعہ سے عرب میں جان کے بدلے سو اونٹ دیت کا قانون نافذ ہوگیا۔ اسلام نے اسے برقرار رکھا۔

موطا امام مالک میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کے واسطے جو کتاب لکھی تھی دیتوں کے بیان میں اس میں یہ تھا کہ جان کی دیت سو اونٹ ہیں (۱۴۳)

غلاف کعبہ: خانہ کعبہ پر کپڑے کا غلاف چڑھانا بھی ان جاہلی رواجات میں شامل ہے جسے اسلام نے برقرار رکھا۔ حضرت ابوھریرۃؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے سعد یمانی نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یمنی کپڑے کا غلاف خانہ کعبہ پر چڑھایا تھا (۱۴۴)

تملیک جائیداد: زمانہ جاہلیت میں جائیداد کی ملکیت کی مختلف شکلیں رائج تھیں۔ مثلاً بیع یعنی خرید و فروخت، ھبہ (Gift) رہن (Mortgage)، اور اجارہ (Lease) وغیرہ ان کو قائم رکھا گیا۔ ان میں دھوکہ دہی اور فریب کی ممانعت کی گئی۔

شریعت اسلامی نے قوانین اور رواجات جاہلیت کو اس طور پر لیا کہ ان میں سے جو قوانین اور رواجات ٹھیک ٹھیک دین ابراھیمی کی روح کے مطابق تھے ان کو تسلیم کیا اور جاری رکھا۔ لیکن جو قوانین اور رواجات اپنی روح کے اعتبار سے دھوکہ، نزاع وفساد اور استحصال پر قائم تھے اسلام نے انہیں ختم کردیا اور جنہیں قابل اصلاح سمجھا ان کی اصلاح کرکے اور ان میں تبدیلی کرکے انہیں معاشرے میں قائم رکھا۔ شریعت اسلامی نے جاہلی رواجات کو ضروری حد تک تسلیم کیا کیونکہ رواجات بھی بعض انسانی رویوں کے مسلسل عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ لیکن جو قوانین ورواجات کلی طور پر انسانی فلاح و بہبود کیلئے نقصان دہ تھے ان کو ختم کرنے میں شریعت اسلامی نے ہچکچاہٹ سے کا نہیں لیا۔ اس سلسلے میں اسلام نے واضح احکامات بھی دیے اور لوگوں کو ترغیبات بھی دیں۔ اس طرح مجموعی طور پر نتیجہ یہ نکلا کہ زمانہ جاہلیت میں جو چیزیں معاشرتی زندگی کا بلند معیار ہوتی تھیں وہ اب بلند معیار نہیں رہیں تھیں بلکہ معیار کے پیمانے بدل جانے کی وجہ سے جاہلی قوانین و روایات کی حیثیت ومقام میں تبدیلی آگئی تھی جس

سے نہ صرف قوانین و روایات بدلے بلکہ طرز معاشرت اور انداز فکر بھی بدل گیا۔ مثلاً زمانہ جاہلیت میں اسراف کی حد تک سخاوت کو عزت اور وقار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اسلام نے صدقہ و خیرات اور سخاوت کی ترغیب تو دی لیکن اسراف اور فضول خرچی کو قطعاً پسند نہ کیا۔ اسی طرح انتقام لینا زمانہ جاہلیت میں نہایت مستحسن فعل شمار ہوتا تھا اور انتقام لینے میں مجرم اور اس کے رشتہ داروں اور دوستوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے یہ چیزیں اپنی تعلیمات کے منافی قرار دیں۔ مظلوم کو قصاص اور بدلہ کا حق تو دیا لیکن صرف ظالم اور مجرم سے اور ساتھ ہی عفو و درگزر کا راستہ بھی دکھلادیا۔ اس طرح شریعتِ اسلامی کی تعلیمات نے دستور جاہیلت کی روح میں بنیادی تبدیلیاں پیدا کردیں۔

حواشی

۱. سورت الحشر: آیت:۷

۲. سورت آل عمران: آیت:۸۱

۳.

۴. سورت المائدہ.آیت:۴۸

۵. سورت الشوری. آیت:۱۳

۶. سورت البقرۃ.آیت:۷۹

۷. البخاری، محمد بن اسماعیل(متوفی۲۵٦ھ)صحیح بخاری. مکتبہ تعمیر انسانیت،اردو بازار لاہور۱۹۷۹ء، کتاب الانبیاء ، جلد دوم، ص:۳۴۰

۸. مسلم بن الحجاج(متوفی ۲٦۱ھ)صحیح مسلم، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور.۱۹۸۱ء. کتاب الفضائل جلدششم ، ص:۱۸

الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی(متوفی ۲۷۹ھ)جامع ترمذی، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۱۹۸۸ء، ابواب الامثال عن رسول اللہؐ ج:۲ ،ص:۲۸۱

۹. صحیح بخاری کتاب الانبیاء۲/۳۰۹

۱۰. حوالہ بالا کتاب التیمم:۱/۲۰۱

۱۱. الغزالی ،ابوحامد محمد بن محمد(متوفی ۵۰۵ھ)المستصفی من علم الاصول، دار صادر المطبعة الامیریة. ببولاق مصر المیحمة۱۳۲۲ھ. ج:۱ص:۲۴٦، الامدی ، ابوالحسن علی بن علی بن محمد (متوفی ٦۳۱ھ) الاحکام فی اصول الاحکام. دارالکتب العلمیة بیروت. لبنان. ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء ج:۴ص:۱۸۸ ومابعد. الشوکانی، محمد بن علی ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول. حققه شعبان محمد اسماعیل. دارالکتبی قاهرة. مصر۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲م. ج:۲ ،ص:۲۵۳ ومابعد. الزرکشی، محمد بن بهادر بن عبدالله البحر المحیط فی اصول الفقه. دارالصفوة للطباعة والنشر والتوریع بالفرد قة کویت.۱۴۱۳/۱۹۹۲م، ج:٦ ،ص:۳۹ ومابعد. الغزالی ، المنخول من تعلیقات الاصول. حققه د . محمد حیسن هیتو. دارالفکر دمشق سوریا. ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰م،ص:۲۳۱ ومابعد. الطوفی

، نجم الدین سلیمان من عبدالقوی، شرح مختصر الروضۃ تحقیق و عبداللہ بن محسن الترکی. موسسة الرسالة. بیروت ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹م ،ج:۳،ص:۱۴۹ ومابعد

۱۲. سورت الشوری. آیت:۱۳

۱۳. سورت النحل . آیت:۱۲۳

۱۴. المستصفی للغزالی.۱/۲۴۶

۱۵. شرح مختصر الروضة للطوفی.۳/۱۸۴

۱۶. الاحکام فی اصول الاحکام للامدی،۴/۱۹. المستصفیٰ للغزالی۱/۲۵۱. ارشاد الفحول للشوکانی۲/۲۵۷، البحر المحیط للزرکشی۶/۴۱. السلقینی، ابراہیم الدکتور. المیسرفی اصول الفقہ الاسملایۃ. دارا لفکر دمشق ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱م،ص:۱۷۸. الزیدان، عبدالکریم، المدخل للدراسۃ الاسلامیۃ، مکتبۃ القدس مؤسسۃ الرسالۃ عراق. ص:۲۱. الزیدان ، الوجیزفی اصول الفقہ . اردو ترجمہ جامع الاصول مترجم ڈاکٹر احمد حسن، مکتبۃ مجتبائی، پاکستان ہسپتال روڈ لاہور.۱۹۸۶ء، ص:۴۱۳. الخلاف، عبدالوھاب. علم اصول الفقہ. دارالقلم کویت. ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸م،ص:۹۴ . البردیسی، محمد زکریا. اصول الفقہ داراالثقافۃ للنشر والتوزیع.۱۰ شارع سیف الدین المھرانی۱۹۸۳م ص:۳۴۶.

۱۷. سورت المائدۃ، آیت:۴۸

۱۸. ایضاً

۱۹. ابوداؤد سجستانی(متوفی ۲۷۵ھ)سنن ابوداؤد، اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور۱۹۸۳ء کتاب القضاء ج:۳ص:۹۴

۲۰. احمد بن حنبل الامام (متوفی ۲۴۱ھ)مسند احمد بن حنبل ،دارالفکر المکتب الاسلامی بروت۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸م، ج:۳ص:۳۳۸

۲۱. ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید(متوفی ۲۷۳ھ)سنن ابن ماجہ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار ، کتاب الطلاق، ج:۲ ،ص:۱۰۸.

۲۲. سورۃ المجادلۃ. آیات :۱تا۴

۲۳. سنن ابن ماجه . کتاب الفراض۲/۳۵۴

۲۴. المستصفیٰ للغزالی۱/۲۵۵ الاحکام فی اصول الاحکام للامدی۴/۱۹۲

۲۵. الاحکام فی اصول الاحکام للامدی۴/۱۹۰،ارشادالفحول للشوکانی۲/۲۵۷. البحر المحیط للزرکشی۶/۴۲ البزدوی. علی بن محمد ، اصول البزدوی، نور محمد کارخانه تجارت کتب آرام باغ کراچی،ص:۲۳۲ ، فواتح الرحموت۲/۱۸۴. الترکی، عبدالمحسن . اصول مذهب الامام احمد بن حنبل مطبعة جامعة عین شمس ۱۹۹۴ھ/۱۹۷۴م،ص:۴۸۵

۲۵.A. صحیح بخاری . کتاب الاعتصام بالکتاب والسنه ۳/۸۴۲. کتاب التوحید۳/۹۱۳.

۲۶. سورۃ المائدۃ، آیت:۴۴

۲۷. سورۃ الانعام، آیت:۹۰

۲۸. سورۃ الشوریٰ،آیت:۱۳

۲۹. سورۃ النحل،آیت:۱۲۳

۳۰. سورۃ الانعام، آیت:۱۶۱

۳۱. سورۃ البقرۃ،آیت:۱۳۰

۳۲. سورۃ المائدۃ،آیت:۴۵

۳۳. سنن ابوداؤد. کتاب الصلوۃ۱/۱۹۳

۳۴. سورۃ طهٰ،آیت:۱۴

۳۵. صحیح مسلم، کتاب الحدود،۲/ ۳۳۱

۳۶. سورۃ المائده،آیت:۴۵

۳۷. صحیح بخاری،کتاب التفسیر۲/۷۷۳

۳۸. حواله بالا، کتاب الانبیاء۲/۲۸۶

۳۹. سورۃ آل عمران، آیات ۳،۴

۴۰. الاتاسی، محمد خالد، شرح المجلة، مکتبة اسلامیه میزان مارکیٹ،

کوئٹہ۱۴۰۳ھ، مادۃ ٦،ص:۲۳

۴۱. المستصفیٰ للغزالی۱/۲۵۵. الاحکام فی اصول الاحکام للامدی۴/۱۹٦. شرح مختصر الروضۃ للطوفی ۳/۱۷۴

۴۲. سورۃ الانعام،آیت:۹۰

۴۳. سورۃ الشوریٰ،آیت:۱۳

۴۴. سورۃ النساء، آیت:۱٦۳

۴۵. سورۃ النحل، آیت:۱۲۳

۴٦. الاحکام فی اصول الاحکام للامدی۴/۱۹۸

۴۷. سورۃ البقرۃ ،آیت:۱۳۰

۴۸. سورۃ المائدۃ،آیت:۴۴

۴۹. سورۃ المائدۃ،آیت:۴۵

۵۰. سورۃ البقرہ،آیت:۱۷۸

۵۱. سورۃ البقرۃ: ،آیت:۱۹۴

۵۲. المستصفیٰ للغزالی۱/۲۵۹

۵۳. صحیح مسلم، کتاب القسامۃ القصاص والدیات۴/۳۰٦

۵۴. المستصفیٰ للغزالی۱/۲٦۰، الاحکام فی اصول الاحکام للامدی:۴/۱۹۵

۵۵. شرح مختصر الروضۃ للطوفی ۳/۱۷۳

۵٦. صحیح بخاری ، کتاب المحاربین:۳/٦۳۸

۵۷. فواتح الرحموت۲/۱۸۴

۵۸. المستصفیٰ للغزالی۱/۲٦۰. الاحکام فی اصول الاحکام للامدی۴/۱۹۹، فواتح الرحموت۲/۱۸۵

۵۸.A. صحیح بخاری . کتاب الذبائح والصیہ.۳/۲۱۵.

۵۹. اصول البزدوی، ص:۲۳۴، الاحکام فی اصول الاحکام للامدی۴/۱۹۲، شرح مختصر الروضۃ للطوفی ۳/۱۷۷

٦٠.	سورۃ المائدہ،آیت:۴۸
٦١.	صحیح بخاری ، کتاب الانبیاء۲/۳۴۵،۲/۳۹۵، کتاب اللباس۳/۳۳۸
٦٢.	صحیح مسلم ، کتاب الصلوۃ:۲/۱۰
٦٣.	صحیح بخاری ، کتاب الاذان:۱/۲۸۵، جامع ترمذی . ابواب الصلوۃ۱/۱۱۰
٦۴.	صحیح بخاری ، کتاب الاذان۱/۲۸۵
٦٥.	حوالہ بالا ، کتاب الصیام،۱/۱۰۷تا۱/۳۰۷، کتاب الانبیاء۲/۲۹۹
٦٦.	حوالہ بالا، کتاب الانبیاء۲/۲۸٦
٦٦.A.	سورت البقرہ:۲۲۲
٦٦.B.	جامع ترمذی ابواب تفیر القرآن۲/۳۲۹
٦۷.	حوالہ بالا ، کتاب اللباس۳/۳۳۵، صحیح مسلم ، کتاب اللباس۵/۳۱۹
٦٨.	صحیح مسلم ، کتاب اللباس۵/۳۱۹
٦٩.	جامع ترمذی، البواب الللباس۱/۶۲۰
۷٠.	حوالہ بالا، ابواب الاستیزان والادب۲/۲۲۸
۷١.	صحیح مسلم ، کتاب اللباس۵/۳۳۴
۷٢.	سورۃ النجم، آیات:۳.۴
۷٣.	المستصفیٰ للغزالی۱/۲۵۰. البحر المحیط للزرکشی٦/۴۷
۷۴.	المیسر فی اصول الفقه الاسلامیة للسلقینی ص:۱۷٦، المدخل فی اصول الفقه للزیدان،ص:۲۱۰ علم اصول الفقه للخلاف،ص:۹۳
۷٥.	سورۃ البقرۃ،آیت۵۴
۷٦.	سورۃ المائدہ، آیت:۳۹
۷۷.	سورۃ النحل، آیت۱۲۴
۷۸.	سورۃ الانعام، آیت:۱۴٦
۷٩.	صحیح بخاری ، کتاب الانبیاء۲/۳۱۴

۸۰. سورة البقرة ، آیت:٦٥

۸۱. سورة الجمعة، آیت: ۱۰

۸۲. سورة الانعام، آیت:۱۳٦

۸۳. سورة المائده،آیت:۱

۸۴. سورة المائده،آیت:۳

۸۵. صحیح البخاری ، کتاب التیمم، ۱/۱۰۲

۸٦. سورة البقرة،آیت:۱۸۳

۸۷. سنن ابن ماجه، ابواب الاضاحی۳/۱٦

۸۸. صحیح بخاری ، کتاب الانبیاء،۲/۲٦٦

۸۹. جامع ترمذی، ابواب النکاح۱/ ۳۸۵

۹۰. عبدالله ناصح علوان، تربیة الاولاد فی الاسلام. دارالسلام بیروت. ۱۴۰۱ه/۱۹۸۱م، حاشیة۱/۳۰۱

۹۱. سورة المائده،آیت ۳۲

۹۲. سورة المائده،آیت:۴۵

۹۳. سورة القمر،آیت۲۸

۹۴. سورة المائده،آیت:۴۵

۹۵. علم الفقه للخلاف،ص:۹۴.المیسر فی اصول الفقه الاسلامیة للسلقینی،ص: ۱۸۰

۹٦. علم اصول الفقه للخلاف،ص:۹۴، الخبازی ، جلال الدین ابی محمد عمر بن محمد بن عمر. المغنی فی اصول الفقه . تحقیق د ، محمد مظهر بقا مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی، جامعة ام القریٰ . السعودیة.۱۴۰۳ه،ص: ۲٦۵

۹۷. المیسر فی اصول الفقه الاسلامیة للسلقینی ص:۱۸۰

۹۸. سورة القمر،آیت:۲۸

۹۹. المیسر فی اصول الفقه الاسلامیة للسلقینی،ص: ۱۸۰

۱۰۰. سورة یوسف،آیت:۴۲

۱۰۱. البحر المحیط للزرکشی۶/۴۳

۱۰۲. سورۃ القصص،آیت:۲۷

۱۰۳. المغنی فی اصول الفقه للخبازی،ص:۲۶۵

۱۰۴. اصول مذہب الامام احمد بن حنبل للترکی،ص:۴۸۶

۱۰۵. سورۃ الصافات،آیت۱۰۷

۱۰۶. اصول مذهب الامام احمد بن حنبل للترکی،ص:۴۸۶

۱۰۷. سورۃ الصافات، آیت:۱۴۱

۱۰۸. سورۃ آل عمران،آیت:۴۴

۱۰۹. سورۃ الاحزاب،آیت:۳۳

۱۱۰. ابن هشام السیرۃ النبویۃ، مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، القسم الاول. الجزء الاول ص:۱۳۴

۱۱۱. الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب (متوفی ۴۵۰ھ) الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ . دارالکتب العلمیۃ ، بیروت لبنان، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸م،ص:۷۹

۱۱۲. احمد امین مصری، فجر الاسلام، اداره طلوع اسلام گلبرگ لاہور۱۹۶۷ء،۲/۶۵۰

۱۱۳. سورۃ النساء،آیت:۱۹

۱۱۴. سورۃ الکتور،آیات۸.۹

۱۱۵. صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ،۴/۳۴۶

۱۱۶. حوالہ بالا ، کتاب‌الحج،۳/۳۷۳،صحیح‌بخاری،کتاب‌المناسک۱/۵۹۵

۱۱۷. سورۃ النساء،آیت:۳۳

۱۱۸. صحیح مسلم ، کتاب النکاح،۴/۲۷

۱۱۹. حوالہ بالا ، کتاب النکاح،۴/۲۷

۱۲۰. حوالہ بالا ،کتاب الحج:۳/۳۶۰

۱۲۱. حوالہ بالا،کتاب الحج:۳۶۳/۳۵۶

۱۲۲. حوالہ بالا،کتاب الحج:۳/۳۵۷

۱۲۳. احمد امین ، مصری ،فجر الاسلام،ادارہ طلوع اسلام، گلبرگ لاہور۱۹٦۷ء،۱/۲۸۴
۱۲۴. سورۃ النساء،آیت:۹۲
۱۲۵. ایضاً
۱۲٦. ایضاً
۱۲۷. سورۃ المائدہ،آیت:۸۹
۱۲۸. سورۃ المجادلہ،آیت:۳
۱۲۹. صحیح بخاری،کتاب الصوم،۱/٦۸۸
۱۳۰. حوالہ بالا ، ابواب الکسوف، ۱/۴۲۴
۱۳۱. مالک بن انس الامام (متوفی ۱۷۹ھ) موطاامام مالک، اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور۱۴۰۲ھ، کتاب العتق، ص:۴۴۰
۱۳۲. حوالہ بالا ، کتاب العتق، ص:۴۴۰
۱۳۳. صحیح مسلم، کتاب الطلاق:۴/۱۲۲
۱۳۴. ایضاً
۱۳۵. صحیح بخاری ، کتاب النکاح،۳/۸۸
۱۳٦. فجر الاسلام از احمد امین مصری:۲/٦۵۹
۱۳۷. صحیح بخاری، کتاب الوصایا،۲/۴۰
۱۳۸. الجزیری، عبدالرحمن ، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور:۵/۲۸۱
۱۳۹. احکام القرآن للقرطبی:٦/۱٦۰
۱۴۰. سورۃ المائدہ،آیت:۳۸
۱۴۱. صحیح مسلم، کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات، ۴/۲۹۸
۱۴۲. السیرۃ النبویۃ لابن ھ شام، القسم الاول. الجزء الاول،ص:۱۵۱
۱۴۳. موطا امام مالک، کتاب العقول،ص:۵۷۴
۱۴۴. الاحکام السلطانیۃ للماوردی،ص:۱٦۲